جدید ایڈیشن

سبیل اللہ کی تحقیق

قرآن وحدیث کی روشنی میں

تالیف
حضرت فضل محمد یوسفزئی

سبیل اللہ کی تحقیق

قرآن وحدیث کی روشنی میں

اور

جہاد پر چند اعتراضات کے جوابات

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نام کتاب : سبیل اللہ کی تحقیق

مصنف : حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

طباعت اول : ۱۹۹۰ء

طباعت دوم : فروری ۲۰۱۲ء بمطابق ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

طباعت سوم : اپریل ۲۰۱۴ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

باہتمام : مولانا جمیل احمد، حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

رابطہ : 0345:6420247

ملنے کے پتے

* اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
* مکتبہ امام محمد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
* [illegible]
* مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
* حقانی کتب خانہ صوابی

فہرست مضامین

عرض حال

محترم قارئین!

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے میں نے بہت عرصہ پہلے اس کو لکھا تھا اس پر کئی علماء کی تقریظات بھی لکھوائی تھیں لیکن کچھ عرصہ تک یہ مسودہ ہاتھ سے ضائع ہو گیا تھا اب مسودہ ہاتھ میں آ گیا تو اس کو کسی تاخیر کے بغیر چھاپنے کے لئے دے دیا۔

تمام احباب پر واضح کرتا ہوں کہ یہ کتاب اور یہ مضمون کسی خاص طبقہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ یہ مقصد ہے۔ یہ صرف ایک شرعی حکم اور شرعی اصطلاح "فی سبیل اللہ" کی تحقیق اور اس کی واقعی اور نفس الامری حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ تاکہ اسلام کا اصلی نقشہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے آ جائے اور دل و دماغ میں محفوظ ہو جائے۔

تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں کی تابعداری کر کے اپنی گردن اسلام کی رسی کے تابع بنائیں نہ یہ کہ اسلام کو اپنے وضع کردہ اصولوں کے تحت اپنائیں۔ اسلام ایک ہمہ گیر دین ہے جس کی بنیاد قرآن و حدیث میں بالکل محفوظ ہے اور ان دونوں کی تشریحات فقہ اسلامی کی شکل میں اپنے تمام دفعات کے ساتھ موجود ہیں۔ اسلامی تاریخ اسلام کے تمام گوشوں کو اپنی اصلی شکل میں امت کے سامنے واضح طور پر پیش کرتی ہے۔ ان بنیادوں کی موجودگی میں کسی مسلمان کو کسی تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس تذبذب میں پڑنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کا اصلی اور روشن چہرہ کہاں پر چمک دمک کے ساتھ موجود ہے۔

بہر حال میں ایک نیک ارادے اور اصلاح احوال کی غرض سے عام مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اس کتاب کو شائع کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

سوئے قطاری کشم ناقۂ بے زمام را

فضل محمد یوسف زئی

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۸ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ!

محترم قارئین! میں آپ کے سامنے لفظ "سبیل اللہ" کی مختصر حقیقت رکھنا چاہتا ہوں تاکہ آپ جان سکیں کہ لفظ "سبیل اللہ" جو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر آیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ صرف ایک خاص راستے کے لئے بولا گیا ہے یا کوئی عام مفہوم رکھتا ہے، اگر خاص راستہ ہے تو وہ کون راستہ ہے اور اگر عام ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چونکہ نصوص قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے مصادیق سلف صالحین نے متعین کئے ہیں، اس کو اگر کسی نے اپنے مصداق کے علاوہ پر چسپاں کیا تو یہ تحریف معنوی کے مترادف ہوگا اور تحریف کی وعید شدید ہر مسلمان جانتا ہے کہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنانا ہے۔ یہ کتابچہ چند سوالوں کے جواب میں ہے کسی کی تردید مقصود ہے اور نہ کسی پر نکیر۔ سائل نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دیا گیا ہے۔ جواب کے ضمن میں اگر کسی طرف اشارہ ہوا ہے تو وہ سائل کے سوال کی وجہ سے ہے۔ اس کتابچہ کے تین موضوعات ہیں:

۱۔ سبیل اللہ کی تحقیق

۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مضمون

۳۔ کچھ شبہات کا ازالہ

پڑھنے والے سے استدعا ہے کہ وہ حقیقت پانے کی غرض سے تسلسل کیساتھ نیک ارادے سے پڑھیں۔ علمی کم مائیگی اور لسانی اجنبیت کے حوالے سے غلطی دیکھیں تو وہ ضرور درگذر کر کے ہمیں مطلع کریں۔

سوال نمبر۱: تحریف معنوی کسے کہتے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ تفصیل سے سمجھا دیں۔

جواب: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں تحریف معنوی کے متعلق یوں لکھا ہے۔

وَالتَّحْرِیْفُ الْمَعْنَوِیُّ۔ تَاْوِیْلٌ فَاسِدٌ بِحَمْلِ الْاٰیَۃِ عَلٰی غَیْرِ مَعْنَاھَا۔۔۔ الخ

ترجمہ: اور تحریف معنوی تاویلات فاسدہ کا نام ہے۔ یعنی سینہ زوری اور کھینچا تانی کر کے راہ مستقیم

سے ہٹ کر آیت کو اس کے اصل معنی کے خلاف پر محمول کرنا۔ ¹

تو آیت کے مصداق میں جان بوجھ کر یا غلطی سے غلط رائے قائم کرنا یا اس کے عموم کو خاص معنی پہنانا یا اس کے خصوص کو عام معنی دے دینا یہ سب تحریف معنوی کے زمرے میں آتا ہے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ذرا تفصیل سے بطور مثال آپ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ...... وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

میں مفسرین وفقہاء کرام کی آراء دیکھ لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آیتوں کے محامل ومصادیق متعین ہیں اور ظاہری الفاظ کے عموم یا خصوص سے غلطی کھانے کا کتنا خطرہ ہے اس کام کو ایک راسخ العلم عالم مشکل سے سرانجام دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک ان پڑھ اٹھ کر اس کی خود ساختہ تشریح شروع کر دے اور برباد ہو جائے۔ مندرجہ بالا آیت میں "فی سبیل اللہ" کا لفظ عام معلوم ہوتا ہے یعنی اللہ کے راستے میں زکوٰۃ دیا کرو۔ لیکن امت نے اس سے جو مراد لیا ہے وہ آپ دیکھ لیں کہ وہ مجاہدین یا حجاج کرام ہیں۔ چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں۔

۱۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ. أَيِ الْقَائِمِينَ بِالْجِهَادِ. ²

۲۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ أَيْ فُقَرَاءِ الْغُزَاةِ وَالْحَجِيجِ الْمُنْقَطِعِ بِهِمْ. ³

۳۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ. قَالَ الْمُفَسِّرُونَ يَعْنِي الْغُزَاةَ. قَالَ الشَّافِعِيُّ يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ مَالِ الزَّكٰوةِ وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا. وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَإِسْحَاقَ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَصَاحِبَاهُ لَا يُعْطَى الْغَازِي إِلَّا إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا. ⁴

۴۔ وَأَمَّا وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْهُمُ الْغُزَاةُ الَّذِينَ لَا حَقَّ لَهُمْ فِي الدِّيوَانِ وَعِنْدَ إِسْحَاقَ وَأَحْمَدَ وَالْحَجُّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. ⁵

۵۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ. أُرِيدَ بِذٰلِكَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ مُنْقَطِعُوا الْغُزَاةِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ مُنْقَطِعُوا الْحَجِيجِ وَقِيلَ الْمُرَادُ طَلَبَةُ الْعِلْمِ وَالتَّحْقِيقِ...... الخ ⁶

۶۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ. وَهُمُ الْغُزَاةُ وَمَوْضِعُ الرِّبَاطِ. ⁷

---

¹ شرح نور الکبیر ² تفسیر جلالین ص ۱۶۱ ³ تفسیر کشاف ۲/۲۸۳

⁴ تفسیر کبیر ۱۶/۱۱۳ ⁵ ابن کثیر ۲/۳۶۶ ⁶ روح المعانی ۱/۱۲۳

⁷ تفسیر القرطبی ۸/۱۸۸

عطفٌ ذَكَرَ اللّٰهُ تعالىٰ الْاِعَانَةَ عَلَى الْجِهَادِ بِقَوْلِهٖ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُصْرَفُ عَلَى الْمُنْقَطِعِيْنَ فِي الْجِهَادِ قَالَ ابْنُ الْاَثِيْرِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا اُطْلِقَ فَهُوَ فِي الْغَالِبِ وَاقِعٌ عَلَى الْجِهَادِ حَتّٰى صَارَ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ كَاَنَّهٗ مَقْصُوْرٌ عَلَيْهِ [1]

۸۔ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور جہاد کرنے والوں کے سامان میں

۹۔ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یعنی جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے

۱۰۔ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یعنی فقراء مجاہدین۔ وہ حجاج جن کا زادِ سفر ختم ہو چکا ہو اور طالبانِ علم دین

۱۱۔ معارف القرآن نے ایک جامع مقالہ پیش کیا ہے جس کے چند جملے اور کلمات یہ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے براہِ راست قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور سمجھا ہے ان کی اور ائمہ تابعین کی جتنی تفسیریں اس لفظ کے متعلق منقول ہیں ان میں اس لفظ کو حجاج اور مجاہدین کے لئے مخصوص قرار دیا گیا ہے......... اگر "فی سبیل اللہ" کے مفہوم میں وہ تمام طاعات اور نیکیاں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے تو معاذ اللہ یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (آئندہ آ رہا ہے) بالکل غلط ٹھہرتا ہے معلوم ہوا کہ "فی سبیل اللہ" کے لفظی ترجمہ سے جو ناواقف کو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے۔

محترم حضرات دیکھا آپ نے کہ یہاں مفسرین نے "سبیل اللہ" کو عام نہیں مانا ہے بلکہ اس کو مجاہدین اور حجاج کے ساتھ خاص کیا ہے حجاج کو شامل کرنے والے بھی بعض فقہاء ہیں یعنی امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمدؒ۔ دیگر تمام فقہاء کرام نے اس کو غازیوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ان حضرات نے ایک حدیث کے پیش نظر اس لفظ میں حاجیوں کو بھی شامل کیا ہے۔ اب اگر کوئی ظاہر بین اس لفظ کو عام کرے اور ہر خیر میں زکوٰۃ دینا شروع کر دے تو یہ تحریف ہوگی۔

۱۲۔ اب ایک حوالہ فقہ حنفی کی کتاب الہدایہ سے بھی دیکھ لیں فرماتے ہیں۔

وفی سبیل اللّٰہ منقطع الغزاۃ عند ابی یوسف لانہ المتفاہم عند الاطلاق۔

یعنی جب "فی سبیل اللہ" کا لفظ مطلقاً ذکر ہو جائے تو اس سے مجاہدین و غزاۃ مراد ہوں گے۔

بہر حال ہر مسلمان کو احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ نصوص میں غلط ملط کرنے سے بچ جائے تاکہ تحریف نہ آئے۔

[1] تفسیر القاسمی سورۃ التوبۃ [2] تفسیر بیان القرآن ص ۱۰۴ [3] تفسیر عثمانی ص ۲۰۶

[4] تفسیر جواہر القرآن ۴۴۲ [5] معارف القرآن ۴/۴۰۷

سوال نمبر۲: فی سبیل اللہ کا لفظ صراحۃً قرآن کریم میں کتنی بار آیا ہے؟

جواب: یہ مخصوص لفظ قرآن کریم میں تقریباً ۶۷ بار آیا ہے۔

سوال نمبر۳: اسکے استعمال کے مواقع بمعہ حوالہ بتا دیں؟

جواب: اب آپ لفظ فی سبیل اللہ کے استعمال کے عام مواقع بھی دیکھ لیں تو سب سے پہلے آپ سمجھ لیجئے کہ قرآن کریم کو پڑھنے اور دیکھنے سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ لفظ "فی سبیل اللہ" عموماً تین مقامات میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ جہاد، مجاہدین اور میدان جنگ میں لڑنے والے غازیوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

۲۔ انفاق فی سبیل اللہ کیلئے آیا ہے لیکن یہ استعمال مشترک ہوا ہے کبھی انفاق فی سبیل الجہاد میں ہے اور کبھی انفاق مطلقاً امورِ خیر میں ہے لیکن زیادہ تر انفاق فی سبیل الجہاد کیلئے آیا ہے۔

۳۔ تیسرا استعمال فی سبیل اللہ کا مطلق دین اسلام میں ہوا ہے جیسے ﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہ لفظ اپنے اس عام اطلاق کے باعث دین کے ہر شعبہ کو شامل ہے اس کو کسی خاص شعبہ دین کیلئے استعمال تو کر سکتے ہیں مگر اس کیساتھ خاص نہیں کر سکتے ہیں جیسے بعض احباب فی سبیل اللہ کو صرف اور صرف ایک خاص عمل کیلئے استعمال کرتے ہیں گویا کہ یہ لفظ ایک مخصوص عمل کیلئے آسمان سے اتارا گیا ہے حالانکہ اس عام اطلاق کو اس طرح بند کرنا بڑی جرأت اور معنوی تحریف کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین!

اب آپ "فی سبیل اللہ" کے استعمال کے متعلق آیات نمبروار بمعہ حوالہ سورت دیکھ لیں۔

۱۔ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ﴾[1]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں۔

۲۔ ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا﴾[2]

ترجمہ: اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا۔

۳۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

[1] سورۃ البقرۃ مدنیۃ، الآیۃ ۱۵۴ [2] البقرۃ الآیۃ ۱۹۰

رَحْمَتَ اللّٰهِ﴾ ١

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں کفار سے جنگ کرتے رہے وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

۴۔ ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ ٢

ترجمہ: (اور اے مسلمانو!) اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

۵۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا﴾ ٣

ترجمہ: بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ لڑنے سے پہلو تہی کرو۔

۶۔ ﴿قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ...﴾ ٤

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ ہم راہِ خدا میں کیوں نہیں لڑیں گے جبکہ ہم وطن سے خارج اور بچوں سے جدا کر دیے گئے۔

۷۔ ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ ...﴾ ٥

ترجمہ: تمہارے لئے دو گروہوں میں جو جنگ بدر کے دن آپس میں بھڑ گئے قدرتِ خدا کی عظیم الشان نشانی تھی۔ ایک گروہ مسلمانوں کا تھا وہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔

۸۔ ﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا﴾ ٦

ترجمہ: اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ خدا کے دشمنوں سے لڑے ہیں تو جو مصیبتیں ان پر راہِ خدا میں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی

---

١ سورة البقرة الآية ٢١٨ ٢ البقرة الآية ٢٤٤ ٣ البقرة الآية ٢٤٦ ٤ البقرة الآية ٢٤٦

٥ سورة آل عمران مدنية الآية ١٣ ٦ آل عمران الآية ١٤٦

اور وہ کافروں سے دب گئے۔

۹۔ ﴿وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [1]

ترجمہ: اور اگر تم خدا کے راستے میں مارے جاؤ تو جو مال ومتاع لوگ جمع کرتے ہیں اس سے خدا کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے۔

۱۰۔ ﴿وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ﴾ [2]

ترجمہ: اور جب ان منافقین سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں جنگ کرو یا کافروں کے حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور ساتھ رہتے۔

۱۱۔ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [3]

ترجمہ: جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا وہ مرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خدا کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔

۱۲۔ ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ﴾ [4]

ترجمہ: تو ہاں اس شخص کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔

۱۳۔ ﴿وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [5]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

۱۴۔ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا﴾ [6]

---

[1] آل عمران الآیۃ ۱۵۷ [2] آل عمران الآیۃ ۱۶۷ [3] آل عمران الآیۃ ۱۶۹

[4] سورۃ النساء الآیۃ ۷۴ [5] النساء الآیۃ ۷۴ [6] النساء الآیۃ ۷۵

ترجمہ: اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔

۱۵۔ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ﴾ [۱]

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لئے لڑتے ہیں پس تم شیطان کے حامیوں سے لڑو۔

۱۶۔ ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [۲]

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے۔

۱۷۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ [۳]

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔

۱۸۔ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ [۴]

ترجمہ: جو مسلمان گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور لڑنے سے جی چراتے ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔

۱۹۔ ﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾ [۵]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

---

[۱] النساء الآیۃ ۷۶ [۲] النساء الآیۃ ۸۴ [۳] النساء الآیۃ ۹۴ [۴] النساء الآیۃ ۹۵
[۵] النساء الآیۃ ۱۰۰

۲۰۔ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ﴾ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

۲۱۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾ [2]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے لڑے وہ اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

۲۲۔ ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ [3]

ترجمہ: اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔

۲۳۔ ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [4]

ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ یہ لوگ خدا کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ اور خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتے ہیں۔

۲۴۔ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [5]

---

[1] سورۃ المائدۃ الآیۃ ۵۴ [2] سورۃ الانفال مدنیہ الآیۃ ۷۲ [3] الانفال الآیۃ ۷۴

[4] سورۃ التوبۃ الآیۃ ۱۹ [5] التوبۃ الآیۃ ۲۰

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں ان کے بڑے درجے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

۲۵. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۔ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾[1]

ترجمہ: مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو جہاد کے لیے تو کاہلی کے سبب سے زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اگر تم نہیں نکلو گے تو عذاب دے گا تم کو دردناک عذاب۔

۲۶. ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[2]

ترجمہ: تم سبک بار ہو یا گراں بار یعنی مال و اسباب تھوڑا ہو یا زیادہ گھروں سے نکل آؤ اور خدا کے رستے میں مال و جان سے لڑو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

۲۷. ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[3]

ترجمہ: صدقات یعنی زکوٰۃ و خیرات تو مفلسوں اور محتاجوں کا حق ہے اور کارکنان صدقات کا اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

۲۸. ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ﴾[4]

---

[1] التوبة الآية ٣٨، ٣٩
[2] التوبة الآية ٤١
[3] التوبة الآية ٦٠
[4] التوبة الآية ٨١

ترجمہ: جو لوگ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا کی مرضی کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا۔ کہ اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اوروں سے بھی کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا ان سے کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے کاش یہ سمجھتے۔

۲۹. ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾١

ترجمہ: خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت تیار کی ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہے اور مارے بھی جاتے ہیں۔
یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے (جس کا پورا کرنا ضروری ہے)۔

۳۰. ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾٢

ترجمہ: یہ اس واسطے کہ جہاد کرنے والے ہیں نہ پہنچتی ہے ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہ قدم رکھتے ہیں کسی جگہ جس سے کافر خفا ہوں اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل۔

۳۱. ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾٣

ترجمہ: اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی پھر مارے گئے یا مر گئے ان کو اللہ اچھی روزی دیگا۔

۳۲. ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾٤

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ خرچ نہیں دیںگے ان کو چاہئے معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۳. ﴿وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾٥

---

١ سورة التوبة الآية ١١١ ٢ التوبة الآية ١٢٠ ٣ سورة الحج مدنية الآية ٥٨
٤ سورة النور مدنية الآية ٢٢ ٥ سورة محمد مدنية الآية ٤

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ ان [illegible] کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

۳۴۔ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ ۱

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں جان اور مال سے لڑے یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں۔

۳۵۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ۲

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

۳۶۔ ﴿عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ۳

ترجمہ: اللہ نے جان لیا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض معاش کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا ہی قرآن پڑھ لیا کرو۔

☆☆☆☆☆

ان چھتیس مقامات میں آپ نے دیکھا کہ لفظ "فی سبیل اللہ" جہاد بالسیف اور قتال کے لئے وارد ہوا ہے اس میں کسی عموم کی گنجائش نہیں ہے بعض احباب ان آیتوں کو بھی ایک خاص عمل کے لئے استعمال کرتے ہیں اور "فی سبیل اللہ" کے اس خاص اطلاق کو عام کرکے آیتوں کو اپنے مقصد کی طرف موڑتے ہیں یہ کوئی اچھا کام نہیں نہ یہ دین کی خدمت ہے بلکہ تحریف کا قوی امکان ہے یہ لفظ "فی سبیل اللہ" صرف مضاف تمام مخاصر اللہ کی طرف۔

۱ سورۃ الحجرات مدنیۃ الآیۃ ۱۵ ۲ سورۃ الصف مدنیۃ الآیۃ ۱۰، ۱۱
۳ سورۃ المزمل مکیۃ الآیۃ ۲۰

اب وہ مقامات بھی دیکھیں جہاں سبیلہ یا سبیل ربک یا سبیلی جیسے الفاظ ہیں اور وہ بھی جہاد کے لیے مخصوص ہیں:

۱۔ ﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ﴾[1]

ترجمہ: پس جو لوگ ہجرت کر گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے میں ان کے گناہ دور کر دوں گا۔

۲۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۳۔ ﴿إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي﴾[3]

ترجمہ: سو مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے مکہ سے نکلے ہو۔

۴۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾[4]

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں ایسے طور پر پرا جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بے شک محبوب پروردگار ہیں۔

۵۔ ﴿وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾[5]

ترجمہ: اور اگر وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو پھر ٹھہرے رہو حتیٰ کہ اللہ اپنا عذاب بھیجے۔

.....☆☆☆.....

قرآن کریم میں اکتالیس آیتیں سبیل اللہ کے مفہوم پر وارد ہوئی ہیں۔ یہاں اللہ کا راستہ ایک

---

[1] سورۃ آل عمران الآیۃ ۱۹۵ [2] سورۃ المائدۃ الآیۃ ۳۵ [3] سورۃ ممتحنۃ الآیۃ ۱
[4] سورۃ الصف الآیۃ ۴ [5] سورۃ التوبۃ الآیۃ ۲۴

اصطلاحی معنی جہاد بالسیف کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس کو اسی مفہوم پر رکھنا ہوگا۔ دوسرے مقاصد کے لئے ان آیتوں کو استعمال کرنا باعث خطرہ ہے کیونکہ یہ اطلاق خاص ہے عام نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳: اس موضوع اور اس خاص اطلاق پر کیا آپ احادیث بھی بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں "فی سبیل اللہ" کا لفظ مشکوۃ شریف کے ابواب الجہاد میں تقریباً ۳۳ بار آیا ہے جو جہاد اور قتال کیساتھ خاص ہے یہاں سب احادیث کا جمع کرنا تو مشکل ہے مگر پھر بھی میں چند ایسی احادیث درج کرتا ہوں جو "فی سبیل اللہ" پر مشتمل ہیں۔

۱۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ اعدھا اللہ للمجاہدین فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض۔ [1]

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جنت میں ایک سو درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین "فی سبیل اللہ" کیلئے تیار کئے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

۲۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام مثل المجاہد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بآیات اللہ لا یفتر من صیام ولا صلوۃ حتی یرجع المجاہد فی سبیل اللہ۔ [2]

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی روزہ دار، تہجد گذار قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جو روزہ نماز سے بھی نہیں تھکتا ہو، یہاں تک کہ وہ مجاہد "فی سبیل اللہ" گھر لوٹ جائے۔

۳۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیہا۔ [3]

ترجمہ: حضرت کا فرمان ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں ایک دن کا پہرہ دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

۴۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا وما فیہا۔ [4]

ترجمہ: حضرت کا ارشاد ہے کہ ایک صبح کے لئے یا ایک شام کے لئے اللہ کے راستے جہاد میں جانا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

---

[1] رواہ البخاری مشکوۃ ص ۳۲۹ قدیمی [2] متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۲۹ قدیمی
[3] متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۲۹ قدیمی
[4] متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۲۹ قدیمی [5] متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۲۹ قدیمی

۵. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ ۔ل

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں ایک دن رات کا پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور تہجد سے افضل ہے۔

۶. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ ۔ع

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں جس بندے کے پاؤں غبار آلود ہو جاتے ہیں تو اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی ہے۔

۷. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ...... ع

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں گھوڑے کی باگ پکڑے اور جب بھی کسی کی خوفزدہ آواز یا فریاد کی آواز سنے تو جلدی سے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے (اور اس شخص کی مدد میں جان کی پرواہ کیے بغیر) موت اور قتل کو تلاش کرتا ہے۔ یعنی مصیبت زدہ کی مدد کی پوری کوشش کرتا ہے اور اپنی جان کی بازی لگاتا ہے۔

۸. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا ۔ع

ترجمہ: حضرت کا مبارک فرمان ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو تیار کر کے جہاد پر بھیجا تو اس نے خود جہاد کیا یعنی اس کے لئے ساز و سامان تیار کر کے دیا تو جہاد میں برابر کا شریک ہے۔

۹. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ ۔ھ

ترجمہ: حضرت نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری خواہش و تمنا تو یہی ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔

ل رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی ع رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی

ع رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی ع متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی

ھ متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی

۱۰۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ ۱

ترجمہ: حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ کے راستے جہاد میں مارا جانا دین (یعنی حقوق العباد) کے علاوہ تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے۔

۱۱۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجُرْحُهٗ يَثْعَبُ دَمًا، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ ۲

ترجمہ: حضرت نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں زخمی کیا جاتا ہے اور اللہ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے میں زخمی کیا جاتا ہے تو وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا اس خون کا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر اس کی بو مشک وعنبر کی طرح ہوگی۔

۱۲۔ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ ۳

ترجمہ: ابن مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص دربار نبوی ﷺ میں نکیل پڑی ہوئی ایک اونٹنی لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اونٹنی اللہ کے راستے جہاد کے لئے ہے (یعنی اس کو قبول فرمایئے جہاد کے لئے) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں قیامت کے دن تمہیں سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور سب کی نکیل پڑی ہوگی۔

۱۳۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۴

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا

---

۱ رواہ مسلم مشکوۃ ص ۳۳۰ قدیمی — ۲ متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۳۰ قدیمی

۳ رواہ مسلم مشکوۃ ص ۳۳۰ قدیمی — ۴ متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۳۱ قدیمی

اور عرض کیا کہ ایک تو وہ شخص ہے جو مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے، ایک وہ شخص ہے جو شہرت حاصل کرنے اور نام کے لئے لڑتا ہے اور ایک وہ شخص جو بہادری کے جوہر دکھانے کیلئے لڑتا ہے تو ان تینوں میں کون اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے فرمایا کہ جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا دین سربلند ہو جائے وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے۔

۱۴۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ ؎۱

ترجمہ: حضرت کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں اتنا وقت لڑا جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے میں بیچ کا وقفہ ہوتا ہے تو اس شخص کے لئے جنت واجب ہوگی (یعنی تھوڑی دیر کے لئے لڑا)۔

۱۵۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔ ؎۲

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کریگا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جائیگا۔

۱۶۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِيْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَاْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔ ؎۳

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر مردے کا عمل سربمہر کیا جاتا ہے (یعنی موت کے بعد منقطع ہو جاتا ہے) لیکن جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں پاسبانی اور پہرہ دیتا ہوا مر جائے تو اس کے لئے اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھا دیا جاتا ہے اور وہ شخص قبر کے فتنے سے مامون رہتا ہے۔

۱۷۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنِيْحَةُ خَادِمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ؎۴

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ بہترین صدقہ اس خیمہ کا سایہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں کسی مجاہد کو دیا جائے اور بہترین صدقہ وہ خادم ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں دیا جائے اور بہترین صدقہ اللہ کے راستے میں اونٹنی کا دینا ہے جو جفتی کے قابل ہو (یعنی سواری کے

؎۱ رواہ الترمذی ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۳۳۹ ؎۲ رواہ الترمذی والنسائی مشکوٰۃ ص ۳۳۹ قدیمی

؎۳ رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی مشکوٰۃ ص ۳۳۲ قدیمی

؎۴ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۳۹

قاتل جوان (ترمذی)۔

۱۸۔ قال علیه الصلوٰة والسلام لا یلج النار من بکی من خشیة الله حتی یعود اللبن فی الضرع ولا یجتمع علی عبد غبار فی سبیل الله ودخان جهنم ۱

ترجمہ: حضرت کی بشارت ہے کہ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائیگا جو اللہ کے خوف سے رویا ہو یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے اور کسی بندے پر اللہ کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔

۱۹۔ قال علیه الصلوٰة والسلام عینان لا تمسهما النار عین بکت من خشیة الله وعین باتت تحرس فی سبیل الله ۲

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰة والسلام کا فرمان ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی ہے ایک تو وہ آنکھ جو خوف خدا سے روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ ہے جس نے اللہ کے راستے جہاد میں چوکیداری کرکے رات گزاری ہو۔

۲۰۔ قال علیه الصلوٰة والسلام فی ضمن حدیث طویل ... فان مقام احدکم فی سبیل الله افضل من صلوته فی بیته سبعین عاما الا تحبون ان یغفر الله لکم ویدخلکم الجنة اغزوا فی سبیل الله ۳

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰة والسلام نے اس صحابی کے جواب میں جنہوں نے ایک درہ میں کنارہ کش ہوکر عبادت کے لئے بیٹھنے کی اجازت مانگی تھی۔ فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کے راستے جہاد میں قیام کرنا اس کا گھر میں ستر برس نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے اور تمہیں ابتداء ہی میں جنت میں داخل کردے اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں لڑو۔

۲۱۔ عن عثمان رضی الله تعالی عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رباط یوم فی سبیل الله خیر من الف یوم فیما سواه من المنازل ۴

---

۱ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۳۲
۲ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۳۶
۳ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۳۲
۴ رواہ الترمذی والنسائی مشکوٰۃ ص ۳۳۲

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں کفر کی سرحدوں پر ایک دن کے لئے بھی پاسبانی اور پہرہ دینا گھروں میں ایک ہزار دنوں کی عبادت سے افضل ہے۔

۲۲۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ يُهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْأَثَرَانِ فَأَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ[۱]

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانیوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک تو خدا کے خوف سے بہا ہوا آنسوں کا قطرہ اور دوسرا خون کا وہ قطرہ ہے جو اللہ کے راستے میں بہایا گیا ہو اور دو نشانیوں میں سے ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں زخم وغیرہ سے پڑ جائے اور دوسرا نشان وہ ہے جو فرائض میں سے کسی فریضہ کی وجہ سے پڑ جائے (جیسے وضو یا نماز سے جسم پر اثر آ جائے)۔

۲۳۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ[۲]

ترجمہ: حضور کا فرمان ہے کہ تم حج یا عمرہ یا اللہ کے راستے جہاد میں جانے کے علاوہ سمندر میں سفر نہ کرو (یعنی سمندر کا پرخطر سفر شرعی ضرورت کے بغیر نہیں کرنا چاہئے)۔

۲۴۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ أَوْ بَعِيرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ فَإِنَّهُ شَهِيدٌ وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ[۳]

ترجمہ: فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں نکلا پھر طبعی موت مرا یا اس کو جان سے مار ڈالا گیا یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے اسے کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور نے اس کو ڈس لیا یا یونہی کسی بیماری وغیرہ سے اللہ کے حکم سے اپنے بستر پر مر گیا پس وہ شہید ہے اور اس کے

[۱] رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۳۳ [۲] رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۳۳۳

[۳] رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۳۳۳

سے افضل ہے۔

۲۵۔ وعن ابی ھریرۃ ان رجلا قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل یرید الجھاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی عرضا من عرض الدنیا فقال علیہ الصلوۃ والسلام لا اجر لہ ۱

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر وہ اس جہاد کے ذریعے مال و اسباب کا خواہشمند ہے حضرت نے فرمایا اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

۲۶۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام فی جنس حدیث طویل انی لم ابعث بالیھودیۃ ولا بالنصرانیۃ ولکنی بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ والذی نفس محمد بیدہ لغدوۃ او روحۃ فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیھا ولمقام احدکم فی الصف خیر من صلوتہ ستین سنۃ ۲

ترجمہ: جہاد سے متعلق ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادت چاہی اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہودیت اور نصرانیت [illegible] بھیجا [illegible] بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے [illegible] دین [illegible] فرمایا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ ایک صبح یا شام اللہ کے راستے میں جہاد میں چلا جانا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدان جنگ میں صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ سال کی پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے۔

۲۷۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم من غزا فی سبیل اللہ ولم ینو الا عقالا فلہ ما نوی ۳

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں گیا اور اس نے ایک رسی کی نیت کی تو اس کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کا اس نے قصد و ارادہ کیا (یعنی اسکو اجر

---

۱ رواہ ابوداؤد مشکوۃ ص ۳۳۳
۲ رواہ احمد مشکوۃ ص ۳۳۶
۳ رواہ النسائی مشکوۃ ص ۳۳۶

ثواب نہیں ملے گا)۔

۲۸۔ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ ضِمْنِ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ وَاُخْرٰی یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالَ وَمَا هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ[۱]

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ایک چیز اور ہے جس کی سبب اللہ تعالیٰ جنت میں بندے کو سو (۱۰۰) درجے کی بلندی پر پہنچاتا ہے اس میں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ ابو سعیدؓ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔

۲۹۔ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَرِیَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ[۲]

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اللہ کے راستے جہاد کے لئے گھوڑا رکھا اور وہ شخص مومن ہے اور اللہ کے وعدہ کو سچا جانتا ہے تو پھر اس گھوڑے کی سیری اور سیرابی اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے اعمال کی ترازو میں تولے جائیں گے۔

۳۰۔ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَاَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ اَهْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ[۳]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ خدا کی قسم! میں اللہ کے راستے میں جہاد میں مارا جاؤں میرے نزدیک اس چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ خیمے والے اور حویلیوں والے میرے مملوک ہوں (یعنی دنیا ومافیہا)

۳۱۔ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ فِیْ بَیْتِهٖ فَلَهٗ بِکُلِّ

[۱] رواہ مسلم مشکوۃ ص ۳۳۱ [۲] رواہ البخاری مشکوۃ ص ۳۳۶
[۳] رواہ النسائی مشکوۃ ص ۳۳۵

درھم سبعمائۃ درھم ومن غزا بنفسہ فی سبیل اللہ وانفق فی وجھہ ذلک فلہ بکل درھم سبعمائۃ الف درھم۔[1]

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ جس نے اللہ کی راہ (جہاد) میں روپیہ پیسہ بھیجا اور خود اپنے گھر میں بیٹھا رہا (شریک نہ ہوا) تو اس کے لیے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود جہاد بھی کیا اور مال بھی خرچ کیا تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا۔

۳۲۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: القتلیٰ ثلاثۃ مؤمن جاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ فاذا لقی العدو قاتل حتی یقتل قال صلی اللہ علیہ وسلم فیہ فذلک الشھید الممتحن فی خیمۃ اللہ تحت عرشہ لا یفضلہ النبیون الا بدرجۃ النبوۃ ۔۔۔۔ الخ[2]

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ جہاد میں جو لوگ مارے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کامل مومن ہے جس نے اللہ کے راستے جہاد میں اپنی جان اور مال کے ذریعے سے جہاد کیا چنانچہ جب مڈبھیڑ ہوئی دشمن کے ساتھ وہ خوب بہادری اور شجاعت کے ساتھ لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ اس شخص کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شہید ہے جس کو جہاد کی مشقتوں اور مصائب پر صبر کرنے کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا یہ شہید آخرت میں عرش الٰہی کے نیچے اللہ تعالیٰ کے خیمے میں ہوگا اور انبیاء کرام اس سے صرف درجہ نبوت میں زیادہ ہوں گے۔

۳۳۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: المؤمنون فی الدنیا علی ثلاثۃ اجزاء الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ ۔۔۔۔ الخ[3]

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ دنیا میں تین طرح کے مومن ہیں ایک تو وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔ نیز اپنی جانوں اور اپنے اموال کے ذریعے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ۔۔۔۔ الخ

۳۴۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: یوم فی سبیل اللہ خیر من الف یوم فیما سواہ[3]

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک دن دوسرے ہزاروں

---

[1] رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۳۳۵

[2] رواہ الدارمی مشکوٰۃ ص ۳۳۵

[3] کتاب الجہاد عبداللہ بن المبارک ص ۹۶

سے افضل ہے۔

۳۵۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ رَجُلٌ عَمِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهِ أَوْ عَلٰى ظَهْرِ بَعِيْرِهِ أَوْ عَلٰى قَدَمَيْهِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ عَلٰى ذٰلِكَ ١

ترجمہ: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس نے اپنے گھوڑے یا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر یا پیدل چل کر اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی موت آ گئی۔

۳۶۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ٢

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے اللہ کے راستے جہاد میں بال سفید ہو گئے (یعنی حالت جہاد میں بڑھاپا آ گیا) تو اس شخص کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔

۳۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ كَسْبِ الْمُسْلِمِ سَهْمُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ ٣

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے لئے سب سے پاک کمائی مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد میں مال غنیمت سے حاصل ہو جائے۔

۳۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ ۴

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں ایک گھڑی ٹھہرنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کی رات قیام کرنے (تہجد میں گزارنے) سے افضل ہے۔

۳۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَهْبَانِيَّةً وَرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ ۵

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ ہر امت کے لئے ایک درویشانہ زندگی ہے اور

---

١ کتاب الجہاد ص ۱۳۸ ٢ کتاب الجہاد ص ۱۸۳

٣ کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۵ ۴ کنز العمال ۵ کتاب الجہاد ص ۳۵

میری امت کی درویشانہ زندگی اللہ کے راستے جہاد میں لڑنا ہے۔

۴۰۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاعَاتٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ خَمْسِیْنَ حَجَّۃً۔ ؎

ترجمہ: حضرت کا فرمان عالی ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں چند گھنٹے گزارنا پچاس حج کے ثواب سے بہتر اور افضل ہے۔

☆☆☆

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث ہیں ان میں لفظ "سبیل اللہ" کو آپ نے کھلا کر غزوہ، جہاد اور قتال بالسیف کیساتھ خاص کیا ہے ان میں سے ایک حدیث کو بھی آپ دین کے کسی دوسرے شعبہ پر چسپاں نہیں کر سکتے۔ یہ اس خاص راستے کے فضائل ہیں دوسرے راستوں کے دوسرے فضائل ہیں۔ تو نصوص کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کے لئے لازم ہے کہ یہاں "فی سبیل اللہ" کو صرف جہاد میں منحصر کیا جائے ورنہ ہر بوالہوس یہ کہے گا کہ مجھے میدان کارزار اور قتال بالسیف کے تمام فضائل حاصل ہو گئے ہیں اور حال یہ ہے کہ اس نے میدان جہاد کو دیکھا بھی نہیں ہے اور نہ کوئی حصہ لیا ہے نہ اس کے قریب گیا ہے۔ دوسرا کہے گا کہ مجھے حج کا ثواب مل گیا، عمرہ کا ثواب مل گیا، طواف کا ثواب مل گیا، رمی اور وقوف کا ثواب مل گیا کیونکہ وہ "سبیل اللہ" ہے اور میں بھی "سبیل اللہ" میں ہوں۔ ایک کہے گا کہ مجھے زکوٰۃ وصوم کے تمام فضائل حاصل ہو گئے کنواں کھودنے، پل بنانے، سرائے خانے بنانے کے تمام فضائل اور ثواب مل گئے کیونکہ وہ بھی "سبیل اللہ" ہے اور میں بھی "سبیل اللہ" میں ہوں کیونکہ میں بیک وقت معلم بھی ہوں متعلم بھی ہوں اور داعی بھی ہوں لہٰذا ان تمام شعبوں کے فضائل زکوٰۃ میں اور زکوٰۃ کے فضائل حج میں حاصل ہو جاتے ہیں تو اس عظیم اجتہاد کا دروازہ کھولنے سے وہ شخص اپنے کو تو خوش کرے گا لیکن نصوص شرعیہ پر کتنا بڑا ظلم ہو گا پھر تو کسی خاص شعبہ کے لئے حضور علیہ السلام نے جو فضیلت بیان کی ہے سب بے محل ثابت ہو گئیں!

۴۰۔ نمبر۵ بعض لوگ حدیث نمبر۱۵ اور حدیث نمبر۲۱ سے انچاس کروڑ کا ثواب نکالتے ہیں۔ کیا یہ

؎ کنز العمال

گیا ہے اور اس کے مصداق کون لوگ ہیں؟

جواب: حدیث نمبر ۱۵ اور حدیث نمبر ۳۱ کو آپ دیکھیں یہ دونوں حدیثیں کتاب الجہاد کی ہیں اور دونوں میں "فی سبیل اللہ" میں خرچ کرنے کا ذکر ہے اس سے بعض حضرات انچاس کروڑ کا ثواب نکالتے ہیں اگر یہ حدیثیں خاص ہیں تو یہ ثواب صرف مجاہدین کو ملنا چاہئے یا ان کے معاونین کو ملنا چاہئے اور محدثین نے اپنے اصول اور ضوابط کے مطابق کتاب الجہاد کے عنوان میں درج کر کے مجاہدین کے ساتھ خاص کیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا راستہ عام مراد لیا جائے تو پھر یہ ثواب ہر اس شخص کو ملنا چاہئے جو کسی بھی حوالے سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو مثلاً حاجی، طالب علم، عالم، قاری، مجاہد، داعی، نمازی، مسجد تعمیر کرنے والا وغیرہ وغیرہ۔ شب و روز یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک خرچ کرو گے انچاس کروڑ ملے گا اور اللہ کے راستے سے ایک مخصوص محنت مراد لیتے ہیں بلکہ اب تو اکثر عوام کو بھی معلوم نہیں کہ اللہ کا راستہ اس مخصوص محنت کے علاوہ بھی کوئی راستہ ہے۔ عوام کو یہاں تو تصور بھی کسی دوسرے راستے کا نہیں ہے۔ انچاس کروڑ کا یہ ثواب ان دو حدیثوں میں ضرب دے کر حاصل کیا گیا ہے حالانکہ یہ خود محل تامل ہے کیونکہ یہ دو الگ الگ حدیثیں دو قسم کے لوگوں کے لئے ہیں ایک قسم وہ لوگ ہیں جو جہاد کے لئے نہیں نکلتے ہیں بلکہ گھر سے کوئی روپیہ پیسہ مجاہدین کے لئے ارسال کر رہے ہیں ان کے ثواب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو گنا بتایا ہے "ضعف" بمعنی امثال تو یہ گنا سات سو گنا ہے۔ اس محاورہ کلام میں مزید ضرب دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

دوسری حدیث میں دوسری نوع کے لوگ مراد ہیں جو خرچ بھی کرتے ہیں اور خود جہاد کے میدان میں شریک بھی ہیں ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات لاکھ ثواب کا ارشاد فرمایا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ دو حدیثوں کو جوڑ کر اور پھر ضرب دے کر اس عدد کو کیوں حاصل کیا گیا ہے۔ اس میں کونسی مجبوری تھی کہ حدیث کا سمجھنا مشکل ہو گیا تھا۔ فرض کر لو اگر دونوں کو جوڑنا بھی تھا تو پھر واضح مطلب یہ تھا کہ جانے والے کو سات لاکھ کا ثواب بھی ملے گا اور گھر میں بیٹھنے والے کا سات سو کا ثواب بھی ملتا تو گویا مجموعہ سات لاکھ سات سو ہو گیا تو انچاس کروڑ کہاں سے آ گیا؟؟ اگر قیامت کے دن اس ثواب کے امیدوار ان مطالبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ثواب نہ ہو تو پھر یہ بیان کرنے والے

حضرات تبلیغ والوں کو کہاں سے دیں گے؟

اس کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جس کو ابو داود نے تخریج کیا ہے انچاس کروڑ کی جو عدد ذکر کیا ہوا ہے اس پر ماہ اکتوبر ۱۹۹۰ء کے البلاغ نے جواب استفتاء کی صورت میں تفصیل سے گفتگو کر کے اس پر کلام کیا ہے۔ البلاغ کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

"یعنی دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں اس لئے ان سے استدلال اور ان کے ضعف پر تنبیہ کے بغیر ان کی تشہیر عام طور پر جائز نہیں۔۔۔۔ الخ"

سوال نمبر ۹: لفظ "فی سبیل اللہ" کے استعمال کا دوسرا موقع اور مقام کون سا ہے؟

جواب: لفظ "فی سبیل اللہ" کا دوسرا استعمال "انفاق فی سبیل اللہ" میں ہوا ہے جس میں زیادہ تر یا انفاق کا حکم بھی الانفاق فی سبیل الجہاد میں آیا ہے۔ گویا کہ الانفاق فی سبیل اللہ الانفاق مشترک ہے۔ کبھی تو غازیوں اور جہاد میں انفاق کا حکم ہوا ہے اور کبھی مطلق دینی کاموں پر خرچ کرنے میں انفاق کا حکم ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ حضرت بعض مفسرین کی تفسیر و تشریح دیکھیں۔ فرماتے ہیں:

ومن أجل ذلك كثرت الترغيبات القرآنية والنبوية في الإنفاق في سبيل الله الإنفاق لتجهيز الغزاة وصاحبت الدعوة إلى الجهاد دعوة إلى الإنفاق في معظم المواضع.

ترجمہ: اسی وجہ سے قرآن و حدیث میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انفاق کرو۔ اس سے غازیوں کے ساز و سامان اور تیاری مراد ہے اور قرآن کریم کے بیشتر مقامات میں جہاد کی دعوت کے ساتھ ساتھ انفاق کی دعوت بھی دی گئی ہے۔

اس خاکہ کو ذہن میں رکھ کر آپ ان تمام آیتوں کو بھی پڑھیں:

۱. ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾[1]

ترجمہ: اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۲. ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ﴾[2]

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس

---

[1] سورۃ البقرۃ الآیۃ ۱۹۵ [2] سورۃ البقرۃ الآیۃ ۲۶۱

سے سات بالیں اگیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

٣. ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ ١

ترجمہ: جو لوگ خدا کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد اس خرچ کا کسی پر احسان نہیں رکھتے اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس ہے۔

٤. ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ﴾ ٢

ترجمہ: اور تم جو خرچ کرو گے تو ان حاجت مندوں کے لئے خرچ کرو جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

٥. ﴿وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ ٣

ترجمہ: اور تم جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائیگا اور تمہارا نقصان نہ کیا جائیگا۔

٦. ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ٤

ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو اس دن کے عذاب کی خبر سنا دو۔

٧. ﴿هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ﴾ ٥

ترجمہ: دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں۔

یہ کل سات آیتیں انفاق فی سبیل اللہ کیلئے ہیں ان میں سے چار آیتیں پھر بھی انفاق فی سبیل اللہ الجہاد کیلئے ہیں، یعنی آیت نمبر ١، ٥، ٦، ٧ اور باقی تین آیتیں مطلق خیر کے لئے وارد ہیں اور اس انفاق کو اسی طرح احتیاط کیساتھ اپنے اپنے مقام پر رکھنا پڑیگا۔

١ البقرة الآية ٢٦٢ ٢ البقرة الآية ٢٧٣ ٣ سورة الأنفال الآية ٦٠
٤ سورة التوبة الآية ٣٤ ٥ سورة محمد الآية ٣٨

سوال نمبر ۵: لفظ "فی سبیل اللہ" کو قرآن کی آیات میں بھی بتلا دیں؟

جواب: "فی سبیل اللہ" کا قرآنی اطلاق جو مطلق دین پر ہوا ہے اس کو بھی آیتوں کی روشنی میں دیکھیں۔ مطلق کا مطلب یہ کہ اس کو آپ دین کے کسی شعبہ کے ساتھ خاص اور اس میں محصور نہیں کر سکتے ہیں۔ ہاں اس کا استعمال آپ کسی بھی شعبہ دین کے لئے کر سکتے ہیں مثلاً روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج، تبلیغ دین، علم دین اور دیگر امور خیر کیلئے آپ اس کا استعمال کر سکتے ہیں مگر کسی ایک میں بند کر کے محصور نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ عام اطلاق کو عام رکھنا پڑتا ہے عام کو خاص کرنا اور خاص کو عام کرنا غلط بات ہوگا۔ جو آدمی کو تحریف معنوی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ اسی عام اطلاق کے پیش نظر امام بخاری بھی کبھی جہاد والی حدیث کو دین کے کسی دوسرے نیک کام کے لئے تخریج کرتے ہیں۔ تو وہاں شارحین تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث مثلاً "ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسه النار" جہاد کے لئے ہے مگر "فی سبیل اللہ" کا اطلاق عام معنی یعنی مطلق دین کے لئے کر کے حدیث کو "باب الجمعة" میں لائے ہیں۔ اب آپ ان آیتوں کو دیکھیں یہ کل ۳۴ آیتیں ہیں مگر چند ذکر کر کے باقی کا حوالہ دیا جائے گا۔

۱. ﴿قل قتال فیه کبیر وصد عن سبیل الله وکفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اکبر عند الله﴾ ۱

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ان محترم مہینوں میں لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے اہل کو نکالنا اس سے بڑا گناہ ہے۔

۲. ﴿فلا تتخذوا منهم اولیاء حتی یهاجروا فی سبیل الله﴾ ۲

ترجمہ: تو جب تک وہ خدا کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا۔

۳. ﴿ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله قد ضلوا ضلالا بعیدا﴾ ۳

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑے۔

۴. ﴿وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل الله﴾ ۴

---
۱ سورۃ البقرۃ الآیۃ ۲۱۷
۲ سورۃ النساء الآیۃ ۸۹
۳ سورۃ النساء الآیۃ ۱۶۷
۴ سورۃ الانعام الآیۃ ۱۱۶

ترجمہ: اور اکثر لوگ جو زمین میں آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں خدا کا راستہ بھلا دیں گے۔

۵۔ ﴿الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ﴾[۱]

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے اور آخرت سے انکار کرتے تھے۔

۶۔ ﴿ثَانِيَ عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾[۲]

ترجمہ: اور تکبر سے گردن موڑ لیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کر دے۔

۷۔ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[۳]

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بیہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ بے سمجھے لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے۔

۸۔ ﴿اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾[۴]

ترجمہ: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روک دیا ہے۔

۹۔ سورۃ النساء الآیۃ ۱۶۰
۱۰۔ سورۃ اعراف الآیۃ ۸۶
۱۱۔ سورۃ الانفال الآیۃ ۳۶
۱۲۔ سورۃ الانفال الآیۃ ۴۷
۱۳۔ سورۃ التوبۃ الآیۃ ۳۴
۱۴۔ سورۃ ھود الآیۃ ۱۹
۱۵۔ سورۃ ابراھیم الآیۃ ۳
۱۶۔ سورۃ النحل الآیۃ ۸۸
۱۷۔ سورۃ النحل الآیۃ ۹۴
۱۸۔ سورۃ النحل الآیۃ ۱۲۵
۱۹۔ سورۃ الحج الآیۃ ۲۵
۲۰۔ سورۃ ص الآیۃ ۲۶
۲۱۔ سورۃ محمد الآیۃ ۱
۲۲۔ سورۃ محمد الآیۃ ۳۲
۲۳۔ سورۃ محمد الآیۃ ۳۴
۲۴۔ سورۃ المنافقون الآیۃ ۲

ان چوبیس (۲۴) آیتوں میں "فی سبیل اللہ" کا اطلاق عام دین پر ہوا ہے اس کو اسی طرح عام رکھنا ہوگا۔ کسی بھی دینی عمل کے لیے مراد تو لیا جا سکتا ہے مگر خاص کر کے اسی میں بند نہیں کر سکتے۔

نکتہ: یہاں ایک عجیب نادر نکتہ بھی آپ سمجھ لیں وہ یہ کہ جہاد "فی سبیل اللہ" کا جو مادہ ہے اس کے ساتھ

[۱] سورۃ الاعراف الآیۃ ۴۵ [۲] سورۃ الحج الآیۃ ۹
[۳] سورۃ لقمان الآیۃ ۶ [۴] سورۃ المجادلۃ الآیۃ ۱۶

لفظ "فی سبیل اللہ" قرآن میں جہاں بھی آیا ہے وہ مدنی سورتیں ہیں اور مکی سورتوں میں یہ لفظ خاص ترکیب کے ساتھ نہیں آیا اگرچہ جہاد کا لفظ ہے تو "فی سبیل اللہ" نہیں ہے اور اگر "فی سبیل اللہ" کا لفظ ہے تو جہاد کا لفظ نہیں۔ اس خاص التزام سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مدنی دور میں یہ خاص لفظ اصطلاحی جہاد کے لئے آیا ہے صرف محنت اور مشقت کے لئے نہیں آیا ہے۔ جہاد کی تعریف لغوی اور اصطلاحی یہ ہے:

الجهاد بكسر الجيم في اللغة المشقة وفي اصطلاح الشرع: بذل المجهود في قتال الكفار[1]

ترجمہ: جہاد کسرہ جیم کیساتھ لغت میں مشقت کو کہتے ہیں اور شرع میں اپنی تمام توانائی کفار کیساتھ لڑنے میں صرف کرے۔

سوال نمبر ۸: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب: اس سلسلہ میں ایک محترم عالم دین کے خط کا جواب نقل کرتا ہوں جو خط انہوں نے مدرسہ سے لکھا تھا اور اس کا جواب میں نے کچھ تفصیل سے دیا تھا۔ اس خط میں دو اہم امور کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔

۱. اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ

۲. یہ کہ لفظ "فی سبیل اللہ" عام ہے۔

اس دوسرے جزو کے متعلق تو اس سے پہلے بحث ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور جزو اول کے متعلق کچھ عرض کرتا ہے تو لیجئے خط کا جواب یہ ہے۔

"۱۹ شوال ۱۴۳۲ھ کو آپ کا مسرت نامہ موصول ہوا۔ تفصیل پر مشتمل عربی لغت سے آراستہ، اپنی کارگزاری اور مفید نصائح سے بھرپور یہ گرانقدر ہدایت نامہ پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ آج ۲۱ شوال کو مدرسہ میں تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ درسگاہ جانے سے پہلے آپ کو خط لکھنا شروع کیا"۔

آپ کا خط چونکہ حقیقت میں ایک دعوت ہے اس لئے اس کے جواب میں لا یسعھم کیساتھ لکھا

[1] حاشیہ بخاری، کتاب الجہاد، ۱/ ۳۹۰ قدیمی

خیال کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ پھر آپ چونکہ عالم ہیں تو آپ کے لئے کے یہ درجات اور بھی اہمیت کے حامل ہو جاتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بندہ کو بلکہ کسی مسلمان کو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ کام دین کے اہم ترین کاموں میں شامل ہے۔ مفسرین نے اس کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ اس کے ترک کرنے پر احادیث مقدسہ میں شدید وعیدیں وارد ہیں البتہ اس کام کو اسی ترتیب پر چلانا چاہئے جس ترتیب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے چلایا تھا۔ اس وقت اس ترتیب میں کچھ فرق محسوس ہوتا ہے۔ اگر یہ فرق نہ جائے اور یہ کام سلف صالحین کی ترتیب پر قائم ہو جائے تو اس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ بہت جلد سامنے آجائے گا یعنی قرون اولیٰ کی ترتیب سے ہٹ کر اگر یہ کام شروع ہو جائے تو وقتی طور پر تو کچھ فائدہ محسوس ہو گا مگر حقیقت میں مقصود تک پہنچنے میں ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس ترتیب کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ

ا۔ ایک کام کی ترتیب ہے۔

۲۔ دوسرا کام کرنے والے کے لئے ترتیب ہے۔

کام کی ترتیب کے لئے سب سے بہتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ:

مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ[1]

یعنی تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو پہلے ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر ان دونوں مرحلوں کی طاقت نہیں تو پھر دل سے روکے (یعنی دل سے اس کو برا جانے اور پختہ عزم رکھے کہ جب بھی ہاتھ سے روکنے کا موقع ملا تو ہاتھ سے روکوں گا) دل سے روکنا یہی ہے صرف قلبی نفرت کافی نہیں ہے۔ فرمایا یہ ایمان کا آخری درجہ ہے اس سے آگے ایک رائی کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منکم میں من تبعیضیہ ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ کام فرض کفایہ ہے اور یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن

[1] رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۴۳۶

المنکر وہی شخص کر سکتا ہے جو ایمان و احسان کے مراتب جانتا ہو منکرات کو جانتا ہو اور متفق علیہ اور مختلف فیہ امور میں تمیز کر سکتا ہو اور یہی اشارہ ﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر﴾ میں بھی ہے۔ تفسیر قرطبی اور دیگر تفاسیر نے منکم سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ یہ کام فرض کفایہ ہے اور اس کے لئے علم ضروری ہے۔ تو بجائے پہلے ترتیب یعنی کام کیلئے یہ ترتیب ہے کہ (نہی عن المنکر) مقدم ہے اور یہی ترتیب شرعی اور طبعی بھی ہے کہ تخلی مقدم ہے تحلی پر یعنی خوبصورتی اور عطر چھڑکنے سے پہلے بنیادی صفائی ضروری ہے اور کلمہ شہادت کی بنیاد "اشہد ان لا الہ الا اللہ" ہے اور لا الہ الا اللہ بھی اسی طرح ہے کہ پہلے لا الہ ہے پھر الا اللہ ہے۔ فقہاء کرام نے اس تقدیم کو بیان کیا ہے کہ والنفی مقدم ای علی الاثبات کما فی الشہادتین یعنی نفی اثبات پر طبعاً مقدم ہے۔ ہدایت ابن ہمام۔ اگر کوئی صاحب نفی کو مقدم نہیں مانتا تو چلو یہ تو مسلم ہے کہ امر اور نہی یہ دونوں ایک ساتھ جڑی ہوئی چیزیں ہیں قرآن و حدیث میں دونوں کو ایسا جوڑا گیا ہے کہ اس کی جدائی کا کسی کو خیال بھی نہیں آ سکتا ہے لیکن اس ترتیب کو موجودہ دور میں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ بلکہ نہی کو مصلحت کے خلاف، حکمت کے خلاف، باعث نزاع سمجھا جا رہا ہے۔ امر بالمعروف کو انتہائی بھدے انداز میں سنن زوائد اور مستحبات کی حد تک بیان کر کے اس کو کافی اور شافی سمجھا جاتا ہے اور نہی عن المنکر سے عملی طور پر انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ قابل تردید حقیقت ہے کہ اس وقت منکرات کے روکنے کا عمل کسی دعوت کا حصہ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض ذمہ دار حضرات بھی منکرات کو دیکھتے ہیں اور اسے روکتے نہیں ہیں بلکہ اس میں آلودہ رہتے ہیں مثلاً ٹی وی، داڑھی منڈانا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ، سودخوری، جوان سال بچیوں کا اسکولوں کالجوں بھیجنا، سابقہ جمع شدہ حرام مال سے مزے لوٹنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب نہی عن المنکر کے چھوڑنے کی برائیاں ہیں۔ شیعہ، روافض، قادیانی، ملحدین اور بے دینوں سے پر خاش نہ رکھنا ترک نہی عن المنکر کے کرشمے ہیں۔ آپ نے جو کچھ اس عنوان سے اپنے خط میں لکھا اس میں آپ نے بھی نہی عن المنکر کا ذکر کیا ہے اور اس کی اہمیت کو آپ نے تسلیم کیا ہے۔ نہی عن المنکر کو نظر انداز کر کے اگر کچھ کام ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہی عن المنکر پر زور نہ دیتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطعم بن عدی کی پناہ لینے کی نوبت نہ آتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طائف میں پتھروں کی بارش نہ ہوتی اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم پر مکی زندگی میں ضرب و شتم کی نوبت پیش نہ آتی۔ بس زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضائل سناتے۔ کچھ لوگ سن لیتے اور کچھ اپنے کفر و عصیان پر قائم رہتے۔ اس طرح یہ گندہ نظام بغیر کسی واضح تبدیلی کے ہمیشہ کے لئے قائم رہتا۔ نہ بدر کی ضرورت تھی نہ احد و خندق کی ضرورت تھی نہ خیبر پر چڑھائی ہوتی نہ بنو قریظہ کی غارتگری اور نہ بنی نضیر کو جلاوطن کرنے کی ضرورت تھی نہ فتح مکہ کا دور آتا اور نہ طائف و حنین میں انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب کی صدائیں بلند ہوتی اور نہ موتہ و تبوک جیسے دور دراز سفر کی ضرورت پیش آتی بلکہ فضائل کا پرچار ہوتا۔ کوئی مانتا نہ مانتا ماحول بنتا نہ بنتا کام بن جاتا۔ آج کل یہ مشاہدہ ہے کہ کچھ ذمہ دار حضرات جب کسی قادیانی، ہندو، رافضی یا یہودی، عیسائی یا ملحد دہریہ سے ملتا بات کرتے ہیں، وہ کہتا ہے میں ہندو، قادیانی یا عیسائی وغیرہ ہوں تو بات کرنے والا معافی مانگتا ہے معذرت کرتا ہے تو کیا شرعاً ان حضرات پر یہ لازم نہیں تھا کہ معلوم ہونے پر ان کو کہتے کہ ہلاک ہو رہے ہو تباہ ہو رہے ہو اس غلط عقیدہ کو چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ مگر ایسا نہیں ہوتا اور اس کے برعکس اگر کسی صوفی، قاری، عالم پر نظر پڑتی ہے تو آپس میں کہتے ہیں کہ پکڑو پکڑو جانے نہ پائے کیونکہ یہاں نہی عن المنکر تو ہے نہیں البتہ صوفی و قاری کو مرید مانگنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہی عن المنکر کا ترک کرنا انتہائی خطرناک ہے اور کسی دعوت کا اس سے خالی ہونا تو تباہی ہے۔

۳۔ اس حدیث شریف میں جو دوسری بات کی ترتیب ملحوظ ہے وہ یہ کہ نہی عن المنکر میں سب سے پہلے طاقت کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایمان کامل اور عزیمت کا درجہ ہے اور ہر مسلمان سے اس کی اہلیت کے مطابق اولاً یہی مطلوب ہے۔ اس سے دوسرا مرحلہ متوسط ایمان کا ہے اور تیسرا مرحلہ ضعیف ایمان کا ہے۔ اب ہم نے ایسا کیا کہ کامل ایمان کی بات تو کبھی نہیں کی باقدرت کے باوجود بھی ایسا مشہور نہیں ہوا کہ احباب نے کسی کا ہاتھ پکڑ کر روکا ہو بلکہ یہ بھی ہو رہا ہے وہ بھی ہو رہا ہے یہ بھی عالم میں آسمان عروج پر ہے اور معاصی اور فساد و بداخلاقی و فحاشی وغیرہ بھی عروج پر ہے۔ کچھ احباب نے اس مرحلہ کو حکومت پر ڈالا ہے کہ نہی عن المنکر حکومت کا کام ہے۔ وہ جانے اور اس کا کام جانے کیونکہ نہی میں خطرہ تھا محنت و مشقت تھی جیل جانا تھا مقدمات اور سزائیں تھیں

تو بس اب چھٹی ہوگئی۔ فطرہ کی قسمت کھل گئی چھین۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا سلف صالحین نے بھی ایسا کیا تھا؟ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ایسا تھا؟ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طرز تھا؟ امام ابو حنیفہ، احمد بن حنبل، سعید بن جبیر، ابن تیمیہ، عز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ایسا تھا؟ شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی، شاہ اسماعیل شہید اور شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی ایسا کیا تھا؟ چلو فرض کر لو کہ یہ فریضہ حکومت کا ہے تو اگر خود حکومت کے خلاف یہ فریضہ عائد ہو جائے تو کون کرے گا؟ پھر حدیث میں تو یہ ہے کہ اگر ہاتھ کی طاقت نہیں تو پھر زبان، پھر دل تو مطلب یہ ہوا کہ اگر حکومت کو قدرت نہ ہو تو پھر زبان سے روکے ورنہ دل میں برا مانے۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ حکومت کہاں باقی رہے گی؟ شرعاً تو حکومت کا تنفیذ احکام پر قادر ہونا ضروری ہے ورنہ وہ خود معزول ہو جائے گی۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ ذمہ داری صرف حکومت کی نہیں ہے بلکہ شارع نے ہر مسلمان کو اس کا ذمہ دار بنایا ہے۔ ملاحظہ ہو شامی اور فتح القدیر کی ایک عبارت فرماتے ہیں۔

"وَالشَّارِعُ وَلَّى كُلَّ أَحَدٍ ذٰلِكَ حَيْثُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ..... الخ[1]

لہٰذا حدود و قصاص و تعزیرات کی تنفیذ جیسے احکام میں اولا مخاطبین امراء حکام ہیں۔ وعظ اور نصیحت، حلال و حرام جیسے احکام و مسائل میں امر کے اول مخاطبین علماء کرام ہیں اور دیگر امور میں جہاں علمی تحقیق کی ضرورت نہ ہو صرف امر و نہی کی پہچان کی ضرورت ہو وہاں ہر شخص اس کا مکلف ہے۔

الغرض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، امن عالم اور دفع شر کے لئے شرعی اور طبعی ترتیب اور سلف صالحین کا طریقہ وہی رہا ہے جو مذکور ہوا کہ امر اور نہی ساتھ ساتھ ہیں اور نہی کے چند مراحل ہیں۔

سوال نمبر ۹: آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کام کرنے والے کے لئے ترتیب بھی بتاؤں گا، وہ بھی بتا دیجئے۔

جواب: اب آپ حصہ دوم یعنی کام کرنے والے کے لئے ترتیب کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ دین اسلام میں سب سے پہلے خود سمجھنا ہے اور پھر سمجھانا ہے۔

قرآنی آیت ہے کہ: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ ... الخ﴾

[1] باب ازالة المنکر کتاب الحظر

تو ڈرانے اور انذار کے لئے پہلے تفقہ فی الدین کی ضرورت ہے۔ اگر مامور جاہل اور نا اہل ہو تو امر کو علم نہ ہو تو افراط اور تفریط میں مبتلا ہو جائے گا۔ ناسخ کو منسوخ اور منسوخ کو ناسخ کا درجہ دے گا۔ مدنی آیت کو مکی بنائے گا اور مکی کو مدنی۔ فرض کو واجب کہے گا اور واجب کو مستحب اور مستحب کو واجب یا فرض، سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ میں فرق نہیں کر سکے گا اور اس سے کئی باتیں بنائے گا۔ خود گمراہ ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ فضائل کو صحیح مقام پر نہیں رکھے گا۔ حالانکہ دین اسلام میں فضائل کا اپنے مصداق پر چسپاں کرنا مسائل سے زیادہ مشکل ہے۔ مسائل میں تو پھر بھی کسی حد تک تحدید ہوتی ہے۔ بتانے والا احتیاط کرتا ہے مگر فضائل میں اگر علم راسخ نہ ہو تو وہاں تو کوئی حد بندی نہیں ہوتی۔ اللہ کیا سے کیا بنا دے گا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ فضائل میں ہم آزاد ہیں مسائل علماء سے پوچھیں گے میرے خیال میں یہ بنیادی غلطی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں جہلاء کی لمبی لمبی تقریروں اور وعظوں میں جو سننے میں آیا ہے وہ ان گنت غلطیاں ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس اچھے کام کو بدنام کرنے کے لئے دشمنان اسلام اس میں داخل ہو گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھوڑے عالم تھے ..... سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھوڑے حافظ تھے ..... بلکہ سارے صحابہ داعی تھے۔ اس کہنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ہم جاہل ہیں اور دعوت کا کام کرتے ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی جاہل تھے اور دعوت کا کام کرتے تھے۔ (العیاذ باللہ) اس تشبیہ کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے۔ یا یہ کہنا کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عبادات لے کر آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت لے کر آئے تھے اور عبادات سے دعوت افضل ہے یا یہ کہنا کہ نماز سے کچھ نہیں ہوتا روزہ زکوٰۃ، حج سے کچھ نہیں ہوتا اصل کامیابی دعوت میں ہے۔ یا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی مگر دعوت کا کام کیا ہے۔ یا یہ کہنا کہ شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ علم حاصل کرو، حفظ کرو، اس دھوکہ سے شیطان انسان کو دعوت سے روکتا ہے۔ اس بات کی شکایت جب ایک ذمہ دار سے کی گئی تو وہ کہنے لگا کہ وہ عمل انفرادی ہے یہ اجتماعی عمل ہے۔ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ ہی میں نصرت اتری مدینہ میں نصرت نہیں آئی۔ یا یہ کہ جنازہ حاضر ہے اعلان ہوا ہے اور عصر کی تعلیم شروع ہوئی ایک صاحب نے کہا کہ پہلے جنازہ پڑھو بعد میں تعلیم کرو تو جواب ملا کہ ہمارا کام زندوں سے ہے نہ کہ مردوں سے۔ یا یہ کہ اس مروجہ عمل

اس جماعت پر اجماع ہو گیا ہے (یعنی منکر اجماع کافر ہے)۔ یا یہ کہ علماء بے کار بیٹھے ہوئے ہیں علماء حق اور غیر مقلدوں پر محنت کرتے ہیں اور پانچ چلہ والے ہیں یا یہ کہ یہ کام مدارس کے مدرسے افضل و بہتر ہے یا یہ کہ فلاں فلاں ملک اس لئے تباہ ہوا کہ وہاں جماعت کا کام نہیں تھا یا یہ کہ فلاں کو اس واسطے ہدایت نہیں ملی کہ وہ جماعت میں نہیں جڑے بلکہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم۔ یا یہ کہ قرآن کریم کے درسوں سے اصلاح نہیں ہوتی اور اس سے ہم کو نقصان پہنچتا ہے یا یہ کہ تلاوت قرآن کریم افضل عمل ہے لیکن چلہ میں تلاوت کی جگہ عمل میں لگ جاؤ۔ یا یہ کہ اعتکاف سے سہ روزہ میں زیادہ ثواب ہے یا یہ کہ علماء کیا کام نہیں کرتے ہیں ہم دین بھی دیتے ہیں مگر یہ کرتے نہیں ہیں۔ مثلاً ہم نے فلاں مولوی صاحب کو ۵۰ ہزار روپے دے کر بیرون ملک بھیجا ہے۔۔۔ یا چندہ پیدا کرنے کے لئے گناہ میں شرکت گناہ نہیں ہے۔ یا چندہ پیدا کرنے کے لئے ہر بدعقیدہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا یہ کہ حضور کے زمانے میں اگر جماعت کا کام کرتے تو آج امت کا نقشہ اور ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض ہر عالم دین کے پاس تقریباً اس قسم کی کوئی نہ کوئی شکایت ہوتی ہے اور علماء نے محسوس کیا ہے کہ یہ سب کچھ بوجہ جہالت ہو رہا ہے اور دشمنان اسلام اس مقدس کام کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان باتوں کا بھی کوئی نوٹس لیا گیا ہے؟ اور کیا اس کام میں شریک علماء کو آزادی سے اظہار خیال کے لئے موقع دیا گیا ہے یا ان کو کوئی با اختیار مقام دیا گیا ہے؟ آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟ یہ باتیں اگرچہ جاہلوں نے بوجہ جہالت کے کی ہیں مگر قیامت کے روز یہ لوگ اور ان کو وعظ پر لگانے والے سب شریک ہوں گے۔ یہ سب خرابی جہلاء کو خطیب اور واعظ بنانے کی ہے حالانکہ مفسرین و فقہاء نے وعظ کے لئے چند شرائط وضع کی ہیں جس میں پہلی شرط علم ہے۔ جاہل کو وعظ کہنا ناجائز ہے۔

ایک مفتی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو جو جماعت سے گہری وابستگی رکھتے ہیں اور ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں۔ مضمون یہ ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ آج کل جاہل لوگ تبلیغ کرتے ہیں کیا یہ ان کے لئے جائز ہے؟

جواب: تبلیغ کے اکابر نے ایک پیغام چھ نمبروں کا نصاب مرتب کیا ہے اور نصاب پہنچانے کے لئے عالم ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ لوگ چھ نمبروں کا پیغام عوام تک پہنچاتے ہیں وعظ نہیں کہتے۔ وعظ کہنا علماء کا کام ہے جاہل کے لئے وعظ کہنا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری) اس فتویٰ

سے ظاہر ہوتا ہے کہ بزرگوں نے عوام الناس کو پیغام رسانی کے لئے چھ نمبروں میں محدود رکھا تھا مگر اب وہی لمبی تقریریں ہوتی ہیں۔ عجیب عجیب قصے، کرامات، خوارق عادات امور بیان کیے جاتے ہیں۔ علماء بلکہ اساتذہ کے سامنے جہلاء اسلام کی حکمتوں پر بحث کرتے ہیں اور تفوق جتانے کی پوری کوشش ہوتی ہے۔ تعلیم کتاب چند منٹ کے لیے اور پھر پون پون گھنٹہ اپنی تقریر اور بیان ہوتا ہے آج کون کہہ سکتا ہے کہ اطراف عالم میں ان جہلاء کو ہم کنٹرول کریں گے یا کنٹرول کر سکتے ہیں؟ کوئی نہیں۔ بس دین اسلام کو جہلاء اپنا تختۂ مشق بنا کر ملت اسلام کے خطیب بن رہے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰: کیا دعوت کے کام کے لئے شریعت میں کچھ شرائط بھی ہیں؟ اگر ہیں تو بیان فرمائیں۔

جواب: جی ہاں دعوت کے لئے فقہاء کرام اور علماء نے چند شرائط وضع کی ہیں اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں

۱۔ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ یَحْتَاجُ اِلٰی خَمْسَةِ اَشْیَاءَ: اَوَّلُهَا الْعِلْمُ لِاَنَّ الْجَاهِلَ لَا یُحْسِنُ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ[1]

ترجمہ: امر بالمعروف کے لئے پانچ شرائط ہیں۔ پہلی شرط علم ہے کیونکہ جاہل امر بالمعروف صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔

۲۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ القول الجمیل میں وعظ کے لئے شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اَنْ یَّکُوْنَ مُحَدِّثًا مُفَسِّرًا عَالِمًا بِجُمْلَةٍ کَافِیَةٍ مِنْ اَخْبَارِ السَّلَفِ وَسِیَرِهِمْ“

یعنی وعظ کے لئے حدیث و تفسیر کا جاننا اور سلف صالحین کے احوال اور ان کی سیرت کا علم ضروری ہے۔

۳۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب الفتح الربانی میں فرماتے ہیں کہ ”وَیْحَکَ کُنْ عَاقِلًا لَا تُزَاحِمِ النَّاسَ بِجَهْلِکَ بَعْدَ مَا خَرَجْتَ مِنَ الْمَکْتَبِ صَعِدْتَ تَتَکَلَّمُ عَلَی النَّاسِ هٰذَا اَمْرٌ یَحْتَاجُ اِلٰی اِحْکَامِ الظَّاهِرِ ثُمَّ الْغِنٰی عَنِ الْکُلِّ“[2]

یعنی عقلمند ہو، جہالت کے ساتھ لوگوں کے سامنے مت جاؤ، ابھی ابھی مکتب سے نکلا اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کے سامنے بولنے لگا حالانکہ یہ وعظ ایسی چیز ہے جو باطنی اور ظاہری مضبوطی کو اور پھر تمام لوگوں سے بے نیاز ہونے کو چاہتی ہے۔ پھر مزید فرماتے ہیں کہ ”اَعْمٰی کَیْفَ تُدَاوِی اَعْیُنَ النَّاسِ، اَخْرَسُ کَیْفَ تُعَلِّمُ الدِّیْنَ، جَاهِلٌ کَیْفَ تُقِیْمُ الدِّیْنَ“[3]

[1] فتاوی عالمگیری ۵/۳۵۳ [2] الفتح الربانی ص ۱۳۸ [3] الفتح الربانی ص ۱۷۸

یعنی خود اندھا ہے تو لوگوں کی آنکھوں کا کیا علاج کرے گا۔ گونگا ہے تو اور لوگوں کو کیا سکھا سکے گا۔ جاہل ہے تو دین کو کیسے درست رکھ سکے گا۔

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ" بھی ایک مصلح تازیانہ ہے۔ یعنی نااہل کو اہم کام سپرد کرنا قیامت کی علامت ہے۔

۴۔ امام ربیعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ دین کی باتیں جاہلوں سے پوچھی جارہی ہیں اور یہی گمراہی ہے۔ [1]

رونے کا مقام ہے کہ جہلاء حدیثوں کی روایت بالمعنی کرتے ہیں جو ان کے لئے ناجائز ہے۔

پوری شریعت کو ایک مخصوص عمل کے لئے خاص کر کے رکھ دیا گیا ہے اور اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ تمام ارکان سے اس کو اہم رکن اور اہم فریضہ قرار دے رہے ہیں۔ فرض کفایہ کو بھی فرض عین کہتے ہیں اور تمام فرائض سے اس کو اہم قرار دیتے ہیں حالانکہ مامور بہ کے لحاظ سے امر کبھی فرض کبھی واجب کبھی سنت اور کبھی مستحب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ فرق کئے بغیر سب کو فرض اور رکن قرار دینا تحریف معنوی ہے اور غلو فی الدین ہے جو موجب ہلاکت ہے۔

۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان القرآن (ص ۱۳۰) آیت ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ﴾ کے تحت لکھتے ہیں کہ علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے ہیں اور بلا تحقیق روایات و احکام بے دھڑک بیان کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں۔

۶۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واعظ کے لئے علم کی شرط لگا کر بطور خلاصہ کے فرماتے ہیں: "جب تک اس کو واقفیت نہیں اس کو اس خدمت کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں جیسے اس زمانہ میں بہت سے جاہل وعظ کہنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں جنہیں نہ قرآن کا علم ہے نہ حدیث کا"۔ [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهِ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا أُمِرَ بِهِ نَجَا

۱ الاعتصام ص ۱۴۹

۲ معارف القرآن ۱/۳۲۸

۳ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۱

یعنی صحابہ کے دور میں دعوت کا دسواں حصہ بھی چھوڑنا باعث ہلاکت تھا مگر بعد والوں کے لیے دسویں حصے پر عمل کرنا بھی باعث نجات ہوگا۔

مدعا یہ ہے کہ الا ماشاء اللہ جماعت سے دعوت کے کام پر اعتراض مقصد نہیں بلکہ اس کو جاہلوں سے بچانا ہے۔

سوال نمبر ۱۱: امر اور نہی کی شرعی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: امر اور نہی کی تعریف ملاحظہ فرمائیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ امر کیا چیز ہے اور نہی کیا چیز ہے اور اس کے احکامات کیا ہیں۔ اس سے جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق اور ان کی نسبت کا پتہ بھی چل جائے گا۔

۱۔ اَلْاَمْرُ هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ اِفْعَلْ ١

یعنی امر کا مطلب یہ ہے کہ جبراً کسی کو کسی کام کا حکم دے اور غیر پر فعل کے لزوم کا حکم اور تصرف چلائے۔

۲۔ اَلْاَمْرُ اَمَرْتُهٗ اِذَا كَلَّفْتَهٗ اَنْ يَفْعَلَ شَيْئًا ٢

یعنی امر کا مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ کسی کو امر کریں تو اس کو مجبور کریں۔

۳۔ اَلْاَمْرُ طَلَبُ الْفِعْلِ وَمُوْجَبُهٗ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ الْاِلْزَامُ ٣

یعنی امر وہ ہے کہ کسی آدمی سے کام کرنے کا لازمی مطالبہ کیا جائے یہی جمہور کا مسلک ہے۔

۴۔ اَلنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فِي الْاِصْطِلَاحِ وَهُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ لَا تَفْعَلْ ٤

یعنی شریعت میں نہی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جبراً کسی کام سے روکا جائے۔

ان تعریفات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن پاک کی اصطلاح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطلب محض زبانی وعظ و نصیحت اور خالی دعوت نہیں ہے بلکہ پہلے آپ حکم (آرڈر) کریں گے، اگر مامور نے مان لیا تو ٹھیک اور اگر انہوں نے عناداً انکار کیا تو پھر امر کرنے والے کے سامنے علانیہ منکر کی صورت نمودار ہوگی۔ اب شریعت کا حکم ہے کہ اس برائی کو حسب استطاعت طاقت کے

---

١ نور الانوار و اصول الشاشی　　٢ مفردات القرآن ص ۲۳

٣ حسامی ص ۲۹　　٤ حسامی

ذریعے سے روکا اور ختم کیا جائے۔

فتح القدیر کی عجیب عبارت ملاحظہ فرمائیں: الجهاد هو اخلاء العالم عن الفساد و(هو) دعوتهم الى الحق (اولا) وقتالهم ان لم يقبلوا[1]

یعنی عالم سے فساد کو دور کرنا جہاد ہے اور جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے کفار کو دین حق کی دعوت دی جائے اگر قبول نہ کیا تو پھر ان سے لڑو۔

احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۱۱۹ پر ہے۔ فان الجهاد ضرب من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر.

یعنی جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اعلیٰ قسم ہے۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شریعت کی تعزیری سزائیں اور جہاد یہ سب ایک ہی کام کے مختلف عنوانات اور نام ہیں اسی کام کے لئے انبیاء کرام بھیجے گئے ہیں اور اسی کی وجہ سے یہ امت خیر الامم بنی اور ان کو ﴿کنتم خیر امة﴾ کے شاندار الفاظ سے پکارا گیا۔ امت محمدیہ کو خیر الامم کا جو لقب ملا ہے اس کی وجہ کیا ہے اور وہ کونسی صفت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ امت باقی امتوں سے ممتاز ہو گئی۔ اس سوال کو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف میں اٹھایا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر عائد تھا جس کی تفصیل احادیث صحیح میں مذکور ہے مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لئے ان کا امر بالمعروف صرف دل اور زبان سے ہو سکتا تھا امت محمدیہ میں یہاں کا تیسرا درجہ ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف کا بھی ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں[2]

فجعل الله الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرقا بين المؤمنين والمنافقين فدل على أن أخص أوصاف المؤمن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ورأسها الدعاء إلى الإسلام والقتال عليه[3]

اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مومن اور منافق میں مابہ الامتیاز بنا دیا جس سے معلوم ہوا کہ مومن کی خصوصی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اس کی بنیاد

---

[1] فتح القدیر ۴/۲۷۷ [2] معارف القرآن ص ۱۵۰ [3] تفسیر قرطبی آل عمران ۱۱۱

اسلام کی دعوت ہے اور اس پر لڑنا اور جہاد کرنا ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دعوت کا کام صحیح نہج اور ترتیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سنت کے مطابق کیا جائے تو یہ بعینہ جہاد ہے اور جہاد کو صحیح نہج پر رکھا جائے تو وہ بعینہ دعوت ہے دونوں ایک ہی چیز ہے ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے جیسا کہ عبارات مذکورہ سے واضح ہے۔

سوال نمبر ۲۳: کیا یہ صحیح ہے کہ جہاد جہد سے مشتق ہے لہٰذا ہر عمل جس میں جہد اور مشقت ہو وہ بھی جہاد ہے؟

جواب: یہ لغوی معنی سے استدلال کیا گیا ہے اور احکام کا مدار لغوی معنی پر نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ حکم اصطلاحی معنی پر لگتا ہے اور قرآن و حدیث سلف صالحین کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور اس کا ایک باقاعدہ مفہوم ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے تلوار لے کر کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ کتاب الجہاد شروع کرتے وقت بخاری شریف کے محشی نے یوں لکھا ہے کہ الجهادُ فی اللغةِ المشقةُ، وفی الاصطلاحِ بذلُ الجهدِ فی قتالِ الکفارِ.

یعنی پوری طاقت کو کفار کے ساتھ جنگ میں صرف کرنا جہاد ہے۔

نیز اگر آپ لغوی معنی لے کر ہر محنت کو جہاد کہیں گے تو پھر یہ محنت نیک محنت تک محدود نہیں رہے گی بلکہ بری محنت بھی اس میں داخل ہے پھر جو لوگ معاصی کی محنتوں میں لگے ہوئے ہیں اس کو بھی آپ جہاد کہہ دیں۔ نیز یہ بھی ملاحظہ ہو کہ صلوٰۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں پھر نماز مت پڑھو صرف دعا مانگو۔ اسی طرح لغت میں زکوٰۃ بمعنی تزکیہ اور پاکی اور نمو یعنی بڑھوتری ہے پھر جس چیز میں تزکیہ نمو اور بڑھوتری ہو تو اس کو زکوٰۃ کہہ دو اور مال کا مقررہ حصہ نہ دیا کرو۔ اسی طرح صوم لغۃً امساک مطلقاً کا نام ہے پھر ایک گھنٹہ کھانا پینا بند کرو بس روزہ ہو گیا اسی طرح حج لغت میں قصد کو کہتے ہیں تو آپ گھر یا کسی اور جگہ کا قصد کر کے چلے جاؤ تو حج ادا ہو گیا۔ یہ سب خرابی لغوی معانی پر حکم لگانے کی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے دین کی خدمت کر رہے ہیں یا ملحدین اور گمراہ لوگوں کے لئے دین میں الحاد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں اعاذنا اللہ منہم۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری فرمایا کرتے تھے کہ شرعی اصطلاحات کے سمجھنے کا دارومدار شرعی معانی پر ہے اگر اس سے لغوی معنی مراد لو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

سوال نمبر ۱۳: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد حسن لغیرہ ہے اور دوسرے نوافل وغیرہ حسن لعینہ ہیں اور حسن لعینہ افضل ہے حسن لغیرہ سے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: کسی چیز کی فضیلت کا مقرر کرنا ہمارا تمہارا کام نہیں یہ شارع کا کام ہے اور شارع نے تو جہاد کو تمام اعمال سے افضل قرار دیا ہے۔ فرمایا "وذروۃ سنامہ الجہاد" یعنی جہاد اسلام کے کوہان کا سب سے بلند حصہ ہے ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "دلنی علی عمل یعدل الجہاد قال لا اجدہ" (متفق علیہ) یعنی کونسا عمل جہاد کے برابر ہے تو آپ نے فرمایا میں ایسے کسی عمل کو نہیں پاتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حسن لعینہ اور لغیرہ یہ اصولیوں کے ہاں ایک فنی بحث ہے کہ مامور بہ چونکہ اللہ کا حکم ہے اور حکیم کا حکم حسن سے خالی نہیں ہو سکتا ہے تو اب مامور بہ میں حسن تلاش کرنے کے پیچھے پڑ گئے کسی کا حسن ذاتی مل گیا اور کسی کے حسن کو کسی واسطے سے ثابت کیا۔ مامور بہ کے لحاظ سے دونوں برابر ہی ہے صرف اثبات حسن میں ایک میں واسطہ ہے دوسرے میں واسطہ نہیں۔ اس کا ثواب کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس کو ثواب کے تناظر میں کیوں دیکھتے ہو کہ جو حسن لغیرہ ہوا تو ثواب کم ہو جاتا ہے یہ کج فہمی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر نفل جو حسن لعینہ ہے اس کو جہاد سے افضل قرار دو، اسی طرح تو جو حسن لغیرہ ہے اس کو بھی چھوڑ دو اور قیمت دیا کرو کہ وہ حسن لعینہ ہے، سعی الی الجمعہ واجب ہے بلکہ فرض ہے اس کو بھی نوافل سے کم درجے کے مان لو، اسی طرح ہر محنت و دعوت جو عبادات مقصودہ کے لئے ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے سب حسن لغیرہ ہیں، پھر کیا کرو گے۔ ویسے جہاد کے بارے میں اصولیوں کے ہاں بھی اختلاف ہے کچھ حضرات اس کو حسن لذاتہ مانتے ہیں بہر حال جو کچھ بھی ہو اس بات کا ثواب اور فضیلت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اگر واقعی حسن لغیرہ میں پڑنا بڑا ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، خلافت امیہ، خلافت عباسیہ اور خلافت عثمانیہ وغیرہ کے زمانے میں امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد اس "حسن لغیرہ" کے فریضے کو ادا کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر چکے ہیں تو کیا امت کو اتنا طویل عرصہ ایک غیر اہم کام میں لگا دیا تھا اور امت کے لئے کوئی ایسا رہبر و رہنما نہیں مل سکا جو ان کو صحیح راستے پر لا سکتا، اب چودہ سو سال بعد یہ بات ہماری سمجھ میں آ رہی ہے؟؟؟

سوال نمبر ۲۱: کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ جہاد بالنفس بڑا جہاد ہے اور ہم نفس کے ساتھ جہاد میں لگے ہوئے ہیں لہذا چھوٹے جہاد میں کیوں جائیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

رجعنا من الجهاد الأصغر الى الجهاد الأكبر

جواب: سب سے پہلے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام کی زندگیوں کو دیکھنا چاہیے تو مدنی دور میں پوری زندگیاں جہاد بالسیف میں صرف ہوگئیں۔ صحابہ کی اکثریت جہاد میں شہید ہوئی قرآن نے پیچھے رہنے والوں کی سرزنش کی اور ان کو منافق کے نام سے یاد کیا گیا کھرے اور کھوٹے کی تمیز کے لئے جہاد کو معیار اور پرکھنے کے لئے کسوٹی بنایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سارے مدنی دور میں صحابہ کی جماعت اصل کام کو چھوڑ کر ادنی کام میں لگی رہی۔ نہیں بلکہ جہاد سب سے بڑا کام تھا بلکہ کسی صحابی کا طرہ امتیاز یہ ہوتا تھا کہ "شهد المشاهد كلها" کہ تمام جنگوں میں شریک رہا ہے۔ باقی اس مذکورہ حدیث کی بہترین شرح عبداللہ بن المبارک کی کتاب الجہاد کی وہ حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا "والمجاهد من جاهد نفسه بنفسه" یعنی جہاد بالنفس یہی ہے کہ آپ اپنے نفس کو میدان جہاد میں لگادیں یعنی نفس جس چیز کو زیادہ شاق سمجھتا ہے اسی میں اس کو لگاؤ اور قرآن پاک کا اعلان ہے کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔ تو قتال بالسیف تو نفس کے مجاہدہ کے لئے تریاق اور اکسیر اعظم ہے۔

پھر بعض علماء نے اس کو حدیث تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ سلف میں سے کسی کا مقولہ ہے اسی طرح ابن تیمیہ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ "لا اصل له" "كما في التعليق الصبيح" یعنی اس کا کوئی اصل نہیں ہے بہر حال صحیح احادیث کے مقابلہ میں یا اس کو چھوڑیں گے اور یا صحیح محمل پر حمل کریں گے۔

اگر اس کو صحیح بھی مان لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی جب وہ غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے تو جب قتال جہاد اصغر ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس "جہاد اصغر" میں شریک ہونے والوں کا بائیکاٹ کیوں فرمایا ان تین کھرے صحابہ کرام کو سزا کیوں دی گئی وہ جہاد اصغر میں پیچھے رہ گئے اور جہاد اکبر میں حصہ لیتے رہے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کیوں نہیں کی کہ ہم جہاد اکبر کررہے تھے اور آپ حضرات

جہادِ اصغر کے لئے تشریف لے گئے تھے جبکہ ہم تو انعام کے حقدار ہیں نہ کہ ملامت کیا جائے اور نہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ جہادِ اکبر کر رہے تھے اس لئے ان کو نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اب یہ بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے تو تمہارے جیسے "سمجھدار" لوگوں کو تو اس دور میں ہونا چاہئے تھا۔

ایک محل اس کے سمجھنے کا یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد بالسیف کو کمتر نہیں بتایا بلکہ نفس کی اصلاح پر زور دیا ہے کہ میدانِ جہاد سے زیادہ دوسری جگہوں میں نفس کی اصلاح کی ضرورت ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی واعظ کہتا ہے کہ بھائی تم لوگ کچھ وقت کے لئے مسجد میں آ جاتے ہو اور نماز میں، عبادات میں وقت گزارتے ہو اس سے بڑھ کر تمہیں بازاروں میں اور دکانوں میں اور گھروں میں عبادت کرنی چاہئے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا ہے کہ مسجد کی عبادت کمتر ہے نسبت دوسری جگہوں کی، بلکہ یہ ایک انداز ترغیب ہے۔

سوال نمبر ۱۵: کچھ لوگ فرماتے ہیں کہ یہ مکی دور ہے جب مدنی دور آئے گا ہم جہاد کریں گے اس دور میں جہاد نہیں ہے؟

جواب: یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے غیر شعوری طور پر لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے عام ہو گیا ہے جب اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دور گزر گیا ہے اس کے مخصوص احکام موقوف ہو گئے ہیں۔ مکی دور کی بعض آیتیں اور احکام منسوخ ہو گئے۔ مدنی سورتوں اور مکی سورتوں کے امتیاز کو نمایاں کر کے کھول کر دیا گیا ہے تو پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ اب تک مکی دور جاری ہے ۲۷ غزوات ہوئے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اور ۵۶ چھاپہ مار جنگیں ہوئیں۔ صحابہ کرام نے مکہ چھوڑا، فتح مکہ سے پہلے ہجرت مخصوص فرض تھی پھر فتح مکہ کے بعد مخصوص ہجرت موقوف ہو گئی۔ اب تک بھی اگر مکی دور ہے اور جہاد نہیں ہے تو پھر نماز جمعہ بھی مت پڑھو روزہ کو بھی مت رکھو، حج کے لئے مت جاؤ، شراب پیو، سود کھاؤ اور روزہ مت رکھو کیونکہ یہ سب احکام مدنی دور کے ہیں مکی دور میں نہیں تھے پھر صرف ترکِ جہاد کے لئے مکی دور کا بہانہ بنانا کافی نہ ہوگا بلکہ مکی دور کا پورا نقشہ لینا ہوگا۔

سوال نمبر ۱۶: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جہاد سے پہلے تربیتِ نفس اور اصلاح ضروری ہے تربیت کر کے ایمان والا پھر جہاد کرے؟

جواب: تربیت تو ایک مبہم لفظ ہے کیونکہ ہر مرحلہ میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اب تک تربیت نہیں ہوئی مزید ضرورت ہے، تو ذرا بتلاؤ کہ آپ کے ہاں تربیت کا کیا معیار ہے۔ بعض احباب کہتے ہیں کہ تربیت مہد سے لحد تک ہے تو اس کا مطلب یہ ہو کہ پوری زندگی میں جہاد کے قریب مت جاؤ، حالانکہ حدیث میں ہے کہ "الجهاد ماض الی یوم القیامة" یعنی جہاد کو ہر حال میں باقی رکھنا ہے چاہے عادل امام کے ساتھ ہو کر یا ظالم و فاسق کے ساتھ ہو کر۔ دوسری حدیث ہے کہ "من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من نفاق"[1]

یعنی جو کوئی اس حال میں مرگیا کہ نہ اس نے عملاً جہاد کیا اور نہ دل و دماغ میں اس کا جذبہ و ارادہ رکھا وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔

احادیث سے تو پتہ چلتا ہے کہ میدان جہاد میں لوگ مسلمان ہوئے اور لڑ کر شہید ہو کر جنت چلے گئے نہ کوئی روزہ تھا نہ نماز صرف کلمہ توحید پر شہید ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو یہ کہہ کر نہیں روکا ہے کہ اب تک تمہاری تربیت نہیں ہوئی ہے۔ باقی یہ خیال جہالت پر مبنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ سال مکہ میں جہاد اس لئے نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان بنانے میں مصروف تھے حالانکہ صحابہ کا ایمان تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑتے ہی مکمل ہو جاتا تھا مکہ میں دوسرے اسباب کی وجہ سے جہاد کا حکم نہیں آیا تھا۔ اگر تیرہ سال ایمان بنانے کے لئے نصاب تھا تو پھر مدینہ منورہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی دس سال کی ہے وہاں یہ عرصہ تربیت کے لئے کہاں سے لاؤ گے۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ دوسرے اعمال و افعال کے لئے اور دوسری محنتوں کے لئے یہ شرط کیوں بھول لئے ہو؟ میں کہتا ہوں کہ انسان کی تربیت کے لئے سب سے اعلیٰ مقام میدان جہاد ہے تمام ترجیحوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اس تربیت کو فرض قرار دیا ہے اور کھرے کھوٹے کو معلوم کرنے اور پرکھنے کے لئے اس کو معیار اور کسوٹی بنادیا۔ مثلاً حرمین شریفین کے بجائے میدان بدر و احد کو اس تربیت کے لئے تربیت گاہ بنایا۔ اگر کوئی تیراکی سیکھنا چاہتا ہو اور اس کو سو سال بھی تیراکی کے متعلق ہدایات دی جائیں کہ تیرنا یوں ہوتا ہے، ہاتھوں کی کیفیت یوں ہوتی ہے اور پاؤں کی یوں، تو کیا اس طرح وہ تیرنا سیکھ جائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کو تیرنے کے لئے تالاب، دریا یا سمندر میں کودنا پڑے گا

[1] مشکوٰۃ ص ۳۳۱ بروایۃ مسلم

اور اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو پھر کہیں جا کر اس کو دیکھ آئے گا۔ جس طرح شمشیر و میدان کی طرح نہیں جا سکتی اسی طرح میدان جنگ سے دور رہ کر کس طرح ایمان بچایا جا سکتا ہے؟

عبد اللہ بن المبارک کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں جو انہوں نے جنگ کے محاذ سے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بیت اللہ میں تھے، کے نام خط میں ارسال کئے تھے اور فضیل نے رو رو کر پڑھے اور کہا "صدق ابو عبد الرحمن"۔

۱۔ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا
لعلمت انک بالعبادۃ تلعب

اے حرمین شریفین میں عبادت کرنے والے! اگر آپ ہماری حالت کو دیکھ لیں تو جان لیں گے کہ آپ عبادت سے کھیل رہے ہیں۔

۲۔ من کان یخضب خدہ بدموعہ
فنحورنا بدمائنا تتخضب

عبادت میں رو رو کر جو رخسار آنسوؤں سے تر ہو جائیں وہ ان کو مبارک، ہمارے تو سینے اپنے خون سے رنگین ہوتے ہیں۔

۳۔ من کان یتعب خیلہ فی باطل
فخیولنا یوم الکریھۃ تتعب

جو شخص اپنے گھوڑے کو باطل کھیل میں تھکائے وہ ان کو مبارک۔ ہمارے گھوڑے تو میدان جہاد میں تھک جاتے ہیں۔

۴۔ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا
رھج السنابک والغبار الاطیب

تمہیں مشک و عنبر کی خوشبو مبارک ہو۔ ہماری خوشبو تو گھوڑوں کے سموں کا غبار اور پاکیزہ مٹی ہے۔

۵۔ ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا
لیس الشھید بمیت لا یکذب

یہ اللہ کی کتاب ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ سناتی ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے اس بات کو جھٹلایا نہیں

پاسکتا ہے۔

قصیدہ بردہ میں علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

٦. كَأَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ

بِكُلِّ قَرْمٍ إِلَى لَحْمِ الْعِدَا قَرِمِ

٧. فَسَلْ حُنَيْنًا وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ أُحُدًا

فُصُوْلُ حَتْفٍ لَهُمْ أَدْهَى مِنَ الْوَخَمِ

ترجمہ: گویا کہ آسمان سے دین اسلام معزز لوگوں کے گھروں میں مہمان بن کر آیا اور ضیافت میں دشمن کا گوشت مانگا۔ وہاں آپ بدر و حنین اور احد کا حال پوچھیں کہ یہ جنگیں دشمن کے لیے موت کی فصلیں تھیں جو وبا سے زیادہ سخت تھیں۔

حضرت حسانؓ نے میدان بدر پر فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

٨. وَبِبِئْرِ بَدْرٍ إِذْ يَكُفُّ مَطِيَّهُمْ

جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَمُحَمَّدُ

اور بدر کے کنویں کا واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ لوگ اپنی سواریوں کو روک رہے تھے اور ہمارے انصار کے جھنڈے کے نیچے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین تشریف فرما ہیں۔

اور فتح مکہ کے وقت فرمایا

٩. عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِنْ لَمْ تَرَوْهَا

تُثِيْرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ

ہمارے گھوڑے گم ہو جائیں اگر ہم ان گھوڑوں کو مقام کداء پر غبار اڑاتے ہوئے نہ لائیں۔

١٠. وَجِبْرِيْلُ رَسُوْلُ اللهِ فِيْنَا

وَرُوْحُ الْقُدْسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

اور جبرئیل امین ہمارے ساتھ ہوگا اور جبرئیل کا تو کوئی مقابل ہی نہیں ہے۔

١١. فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ

لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

اس پر میرا باپ دادا اور میری عزت محمد عربی کی عزت اور نام پر قربان ہے۔

سوال نمبر ۲: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد کے لئے امام ضروری ہے بغیر امام کے جہاد نہیں ہوتا یہ کیسا ہے؟

جواب: جہاد دو قسم پر ہے ایک جہاد اقدامی ہے دوسرا جہاد دفاعی ہے۔ اقدامی کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو عالم میں غلبہ حاصل ہے مگر فریضہ جہاد کو جاری رکھنے کے لئے ایک جماعت کسی خطہ زمین میں کفار سے برسر پیکار رہے۔ فقہاء کرام نے اس قسم کے جہاد کو فرض کفایہ کہا ہے اور اس کے لئے شرائط مقرر کی ہیں۔ مثلاً امام کا ہونا۔ طاقت کا ہونا، ماں باپ دوستوں کی طرف سے اجازت وغیرہ۔ دوسری قسم دفاعی جہاد ہے یعنی کفار نے مسلمانوں کے کسی علاقہ پر چڑھائی کر دی اس پر قبضہ جمالیا مسلمانوں کو مارا اور اسلامی شعائر و احکامات کو مٹا ڈالا اس قسم یعنی دفاعی جہاد کے لئے کوئی شرط نہیں۔ بس جس سے جو کچھ بن پڑے نکلنا چاہئے حتیٰ کہ بیوی کو شوہر اور غلام کو آقا سے اجازت کی ضرورت نہیں نہ بیٹے کو باپ سے اور نہ کسی چھوٹے کو بڑے سے اجازت کی ضرورت ہے اور یہ قسم فرض عین ہے۔ علامہ شامی جلد ۳ کتاب الجہاد ص ۲۳۸ پر اس طرح لکھا ہے۔

وفرض عین ان ھجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ای یخل من ذکر من المرأۃ والعبد والمدیون وغیرھم، قال السرخسی، وکذلک الغلمان الذین لم یبلغوا اذا طاقوا القتال فلا بأس بان یخرجوا ویقاتلوا فی النفیر العام وان کرہ ذلک الآباء والامھات.

ترجمہ: یعنی جہاد فرض عین ہو جاتا ہے جب دشمن یلغار کرتا ہے تو سب بغیر اجازت کے مقابلہ کے لئے نکلیں گے یعنی عورت غلام وغیرہ۔ علامہ سرخسی نے فرمایا ہے کہ وہ لڑکے بھی نکلیں گے جو بالغ نہیں ہیں جبکہ لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں یہ اس وقت ہے جبکہ جہاد کے لئے اعلان عام ہو جائے اگرچہ ماں باپ اجازت نہ بھی دیں۔

"ایک دلچسپ مکالمہ"۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت گنگوہی وغیرہ نے انگریز کے ساتھ جہاد کے لئے شوریٰ بلائی جو ہندوستان کے تمام علماء پر مشتمل تھی۔ دہلی میں اجلاس کے دوران حضرت نانوتوی نے ایک بزرگ مولانا محمد تھانوی کو مخاطب کر کے

فرمایا کہ حضرت! آپ کیوں ان دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کو فرض نہیں مانتے انہوں نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ ہمارے پاس ساز و سامان اور اسلحہ نہیں ہے۔ حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ اتنا بھی نہیں جتنا کہ بدر میں صحابہ کے پاس تھا؟ مولانا محمد تھانوی نے فرمایا کہ حضرت ہمارے پاس امام کہاں ہے۔ حضرت قاسمؒ نے جواب دیا کہ امام بنانا کیا مشکل ہے اور کونسی دیر لگتی ہے پیر و مرشد حضرت امداد اللہ صاحب موجود ہیں۔ فرمایا کہ بس اب سمجھ میں آ گیا۔ پھر شاملی کے میدان میں حضرت شامل ہو گئے۔

جتنی بھی شرائط بتلاتے ہیں کہ جہاد کے لئے یہ شرط ہونی چاہئے وہ صرف اور صرف جہاد سے جان چھڑانے اور اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ مرزا قادیانی کے روحانی بیٹے جتنی بھی جہاد کی مخالفت کریں اور اس کو جتنا بھی حکمت کے خلاف اور زمانے کے تقاضے کے خلاف قرار دیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت کے لئے ایسے دیوانے پیدا فرماتے رہیں گے جو اس کے دین کی حفاظت کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگاتے رہیں گے اور قادیانی کے روحانی بیٹے شیعوں کی طرح ماتم کرتے رہیں گے۔

بارہ ہزار کی شرط

سوال نمبر ۱۸: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جہاد تب ہوگا کہ جب بارہ ہزار ایسے افراد پیدا ہو جائیں جو مغلوب نہیں ہوں گے اب بارہ ہزار کہاں ہیں ہم اعوطتے ہیں لیکن بارہ ہزار ہیں کہاں؟

جواب: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ایک حدیث پاک ہے کہ "لَنْ يُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ" (مستدرک علی شرط الشیخین) اس حدیث سے ان بے چاروں کو دھوکہ لگا ہے مفہوم کو غلط رنگ میں سمجھا ہے یا حدیث کی آڑ میں جہاد سے بچنے کے لئے سر چھپانے کی کوشش کی ہے حدیث کا مطلب تو واضح ہے کہ مسلمان جب بارہ ہزار کی تعداد میں ہوں تو پھر وہ قلت عدد نہیں بلکہ کسی دوسری کمزوریوں کی وجہ سے شکست ہوئی ہوگی کیونکہ بارہ ہزار کا عدد مسلمانوں کے لئے انتہائی عدد کثرت ہے۔

حدیث شریف کا تو یہی مفہوم اور مطلب و مقصد ہے اب اس سے اگر کوئی بندۂ خدا یہ نتیجہ نکالنا شروع کرے کہ جب تک بارہ ہزار نہیں ہوں گے جہاد نہیں کریں گے۔ اور بارہ ہزار اب تک کہاں ہیں بلکہ

مشکل سے تین آدمی یا اس سے بھی کم ہوں گے تو اس کو کون سمجھائے گا کہ کیا ہم بدر کو بھول چکے ہیں کہ بدر، احد، خندق اور دیگر غزوات میں بارہ ہزار کہاں تھے؟ صرف غزوہ حنین میں بارہ ہزار کی تعداد تھی پھر بھی وقتی طور پر شکست ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی یہ تو بڑی غلطی ہے۔ ہاں یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ بارہ ہزار مغلوب نہیں ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان کے لئے جہاد ضروری ہے۔ اس کو میدان میں فتح و شکست دونوں کے لئے تیار رہنا چاہیے اسلام میں دونوں حالتوں کے احکام و شواہد موجود ہیں۔ وتلک الایام نداولها بین الناس......

سوال نمبر ۱۹: جہاد فرض کفایہ ہے ہم پہلے فرض عین کو پورا کریں گے لہذا فرض کفایہ میں جانا ضروری نہیں ہے۔

جواب: اگر کوئی حکم فرض کفایہ ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کو بالکل چھوڑا جائے فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک جماعت اس کے لئے کافی ہو رہی ہے تو اس جماعت میں کبھی آپ ہوں گے کبھی آپ کا ساتھی ہوگا کبھی کوئی اور ہوگا جس طرح جنازہ فرض کفایہ ہے جبکہ سامنے آ جائے جب آپ کے دوسرے ساتھی نے اس فریضہ کو ادا کیا تو آپ کی طرف سے وہ کافی ہو گیا اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ کو کبھی پڑھنا بھی نہیں ہے کہ زندگی بھر قریب نہیں جائیں گے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کسی حکم کے چھوڑنے کی دلیل نہیں ہے بلکہ حکم میں ایک گونہ تخفیف ہے۔ اور جنازہ سامنے آ جائے تو ہر حالت میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ اسی طرح معاملہ جہاد کا ہے اگر ابتدائی ہے تو فرض کفایہ ہے ایک جماعت کافی ہو رہی ہے لیکن اگر جہاد دفاعی ہے پھر تو تمام فقہاء کرام کا فتویٰ ہے کہ فرض عین جہاد پورے عالم اسلام پر فرض ہو جاتا ہے جیسا کہ فقہاء کرام لکھتے ہیں۔

اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيْقٌ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ...... فَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِهِ أَحَدٌ أَثِمَ جَمِيْعُ النَّاسِ بِتَرْكِهِ لِأَنَّ الْوُجُوْبَ عَلَى الْكُلِّ...... إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ النَّفِيْرُ عَامًّا فَحِيْنَئِذٍ يَصِيْرُ مِنْ فُرُوْضِ الْأَعْيَانِ...... وَجَبَ عَلَى جَمِيْعِ النَّاسِ الدَّفْعُ تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا[1]

یعنی جہاد فرض کفایہ ہے جبکہ ایک جماعت اس کے لئے کافی ہو رہی ہے تو باقی دوسروں کی ذمہ داری

[1] الهداية كتاب السير

ساقط ہو جائے گی اس صورت میں اگر کسی نے بھی جہاد میں حصہ نہیں لیا اور سب نے چھوڑا تو پورا عالم اسلام گنہگار ہو جائے گا۔ کیونکہ فرض تو سب پر ہے ہاں اگر نفیر عام ہو جائے تو اس وقت جہاد فرض عین ہو جائے گا پھر تمام انسانوں پر فرض ہو جاتا ہے حتی کہ بیوی کو شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

بہر حال فرض کفایہ کی آڑ لے کر جہاد نہ کرنا اچھی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حدیث شریف میں تو جہاد کی اس طرح ترغیب اور ترک پر اس طرح وعید ہے فرمایا کہ:

"مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ"[1]

یعنی جو شخص مر گیا اور اس نے زندگی میں نہ تو جہاد کیا اور نہ دل میں جہاد کا جذبہ پیدا ہوا، تو وہ شخص نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جن کے ہاں جہاد فرض عین ہے اور وہ لوگ فرض کفایہ کو تسلیم نہیں کرتے ہیں جیسے سعید ابن المسیبؒ اور عبداللہ ابن المبارکؒ۔

"محترم" کچھ لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان میں جہاد نہیں ہے۔ فلسطین میں بھی نہیں ہے۔ کشمیر اور دنیا کے کسی خطے میں نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بحیثیت مجموعی پوری امت اس وقت مجرم ہے جیسا کہ اختلاف اور جہاد سب لوگ چھوڑیں گے تو سب ماخوذ ہوں گے۔

اگر دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاد نہیں ہو رہا بلکہ سب کے سب خانہ جنگی اور اقتدار کی لڑائیاں ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق کیا کہو گے "لا يزال طائفة من امتي يقاتلون۔۔۔۔الخ" کہ میری امت میں ایک گروہ قیامت تک قتال کرتا رہے گا۔

تو دنیا میں کوئی تو ہو گا جو قتال کرتا ہو، اگر آپ کو یہ تسلیم نہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ جہاد نہیں ہو رہا ہے یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف جھوٹی ہے (نعوذ باللہ) یا آپ؟ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔۔۔!

سوال نمبر ۹: بعض حضرات کہتے ہیں کہ جہاد سے پہلے دعوت کی ضرورت ہے دعوت الی الاسلام سے پہلے جہاد جائز نہیں ہے۔

[1] مشکوٰۃ ص ۳۳۱

جواب: ہم مانتے ہیں کہ جہاد سے پہلے دعوت الی الاسلام ضروری ہے لیکن دعوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری زندگی بس صرف زبانی دعوت میں ختم ہو جائے دعوت تو اتنی ہے کہ کفار کو اسلام کا پیغام پہنچ جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض اطراف کو خطوط کے ذریعہ دعوت دی ہے اور یہ کاروائی کی ہے صحابہ کرام اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے کفر کی سرحد پر پہنچ کر دعوت دی ہے مدنی دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس طرح ہوتی تھی "اَسْلِمْ تَسْلَمْ" مسلمان ہو جاؤ تو بچ جاؤ گے ورنہ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت کونسا ایسا ملک ہے جس تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا۔ عالمی نشریات کے ذریعے دنیا کے چپے چپے تک اسلام کا پیغام پہنچا ہے بلکہ کفار تو اس وقت اسلام مٹانے میں رکاوٹ ڈالنے میں مہارت رکھتے ہیں چہ جائیکہ وہ اسلام سے غافل ہوں تو دعوت کا کام ہو چکا ہے اب جہاد کا نمبر ہے اور یہی ترتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت طریقہ ہے۔

ہاں اگر کچھ احباب کفار کو دعوت دیتے ہی نہیں اور پھر کہتے ہیں کہ دعوت نہیں پہنچی ہے۔ تو وہ الگ بات ہے ان کی اس حکمت عملی سے جہاد کو روکا نہیں جا سکتا۔

سوال نمبر ۱۰: بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان میں جہاد نہیں بلکہ یہ روس اور امریکہ کی جنگ ہے اور اس میں افغان بے گناہ مارے جا رہے ہیں۔

جواب: افغانستان کے جہاد کو علماء نے شروع کیا ہے اور پھر عام دیندار مسلمان اس میں شریک ہوئے ہیں لیکن ان ہزاروں علماء پر اعتماد کرنا چاہیے جو عالم راسخ باعمل اور خلوص سے آراستہ ہیں اور میدان جنگ کے شہسوار بھی ہیں جن لوگوں نے کبھی افغانستان کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ ان کی یہاں سے محض باتیں چھوڑنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ پہلے وہاں جائیں عملی جہاد میں شریک ہو جائیں پھر اپنی رائے ظاہر فرمائیں اس میدان میں فتویٰ کے اہل صرف اور صرف وہ علماء کرام ہیں جو براہ راست جنگ میں شریک ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ بے گناہ مارے جا رہے ہیں تو یہ بات روس سے پوچھنا چاہیئے کہ اس نے افغان سرزمین کو کیوں مقتل گاہ بنا دیا۔ امیر حبیب کو قتل کروا کر داؤد کے پورے خاندان کو کیوں درگور کیوں کروایا۔ پھر حفیظ اللہ اور ترہ کئی کو کیوں ذبح کروایا افغان عوام پر فوج کشی کس نے کی۔ ایک لاکھ فوج سے افغانستان کی سرزمین کس نے بھر دی۔ عوام پر فضائی بمباری کس نے کی۔ [illegible] میزائل کس نے استعمال کئے۔ کھلونے بموں سے ہزاروں بچوں کو ختم یا معذور کس نے بنایا۔ جنگ

توپ کس نے استعمال کی۔ بارودی سرنگوں سے زمین کس نے بھر دی۔ عورتوں اور بچوں کو کس نے بے گھر کیا۔ قرآن کریم کس نے جلائے مساجد اور مدارس پر کیوں بلڈوزر چلائے اور وہ علیحدہ علماء اور طلباء اس وقت روس کی جیلوں میں کیوں محبوس ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں عورتیں کیوں لاپتہ ہیں۔ باقی جو یہ ہیں سوال کہ تقریباً شہید ہوئے کیا وہ پختون نہیں تھے یا پختون صرف وہ ہیں جو کمیونسٹ ہیں ان کا خون پختون کا خون ہے اور باقی لوگوں کا خون خون نہیں ہے۔ یا وہ پختون نہیں ہیں اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو یہاں قومیت کی بات بنیادی بات نہیں ہے روس ایک نظریے سے آیا تھا اور اسی نظریے کے لئے لڑ رہا تھا مسلمان بھی ایک عقیدہ پر لڑے ہیں اور لڑتے رہیں گے اس نے روس کو پاش پاش کر کے رکھ دیا اور اپنے دین وایمان کے لئے بڑی قربانیاں دیں فجزاھم اللہ خیرا۔ اور اس مقدس کام میں تقریباً ہر ملک سے اور ہر قومیت سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے حصہ لیا۔

یہ سوال اس وقت زیادہ اٹھایا جاتا رہا جب افغانستان میں روس کی چڑھائی ہوئی تھی اور سوال بھی وہی لوگ اٹھا رہے تھے جو روس کے ٹکڑوں پر پلتے رہے جب روس کو ذلیل وخوار ہو کر افغانستان سے نکلنا پڑا تو یہی لوگ جو کل تک روس کی مدح میں رطب اللسان رہے اور ان کی جھولی میں بیٹھ کر اسلام اور ملک کے خلاف ان کی سازشوں میں برابر کے شریک رہے بلا جھجک کسی ہچکچاہٹ کے امریکہ کی گود میں جا بیٹھے اور انہوں نے روس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا اگر آج بھی افغانستان میں امریکیوں کی پٹائی دیکھ کر یہی لوگ جلتے رہتے ہیں تو ان کی اس کے علاوہ کوئی اور فکر نہیں بس ان کو اڈا بند ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنی دین کی حفاظت کرنی ہے شیطان اپنے چیلوں سمیت جتنا زور بھی لگا لے انہیں تو خواری ہوتی ہے۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سوال نمبر ۲۲: بعض لوگ کہتے ہیں افغانستان میں اس وقت روس نہیں ہے بلکہ مسلمان آپس میں حکومت کے لئے لڑ رہے ہیں لہٰذا یہ جہاد نہیں ہے۔

جواب: اگر آپ کو حقیقت کا علم ہو جائے تو پھر آپ یہ اعتراض ہرگز نہیں کریں گے روس بظاہر اگرچہ نکل گیا ہے لیکن جنگ کی کمان اب بھی روسی مشیر کرتے ہیں اور موجودہ حکومت روس نے اٹھایا ہے

روس کے جو نظریات تھے وہی نظریات اس کے ہیں یہ تمام نظریاتی ادارے کمیونسٹ نظام کے لئے حرکت میں ہیں۔ سو کتابوں میں کوئی ایک ایسا ہے گا جس میں بسم اللہ کا تذکرہ ہوگا۔ مسجدوں کو منہدم کر دیا گیا اور مدرسوں کو ویران کر دیا گیا ہے، جو اب بھی اسی حالت میں ہیں فتح خوست کے موقع پر مسجد سے شراب کی بوتلیں نکال کر پھینک دی گئی، مسجدوں میں اسلحہ خانہ اور اصطبل خانے جس طرح روس کی آمد کے وقت تھے اب بھی جا کر دیکھے جا سکتے ہیں مسجدوں سے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ گیارہ سال سے اس میں کسی نے نماز بھی ہوگی جو طیارے آتے ہیں اس کے پائلٹ اکثر روس کے ہوتے یا روسی اور کچھ افغانی ہوتے ہیں جو کہ کمیونسٹ روس کے تربیت یافتہ ظلم جان بیچے بدنام قسم کے لوگ ہوتے ہیں اسکڈ میزائل، جنگی ہیلی کاپٹر، فوجی گاڑیاں، توپیں اور راکٹ سب روس کے استعمال ہوتے ہیں اور یہ کوئی جنگی اسلحہ کی خریداری کی بات نہیں ہے بلکہ روس براہ راست جنگ کر رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چلو فرض کرو اب روس نہیں ہے تو جب روس تھا اس وقت آپ نے جہاد میں کتنا حصہ لیا ہے یا اب کشمیر میں آپ نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اگر کچھ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کمیونسٹوں اور ہندوؤں سے ہمدردی رکھتے ہیں اس وجہ سے اس قسم کے اعتراضات کرتے ہو۔

باقی مجاہدین کو حکومت کا شوق اگر ہوتا تو وہ کب کے حکومت حاصل کر چکے ہوتے حکومت کے لئے تو ہر وقت ان کو پیش کش ہوتی رہی ہے کہ صلح کرو ہمارے کچھ آدمی حکومت میں لے لو اور آ مل کر افغانستان کو آباد کرتے ہیں مگر مجاہدین ڈٹے ہوئے ہیں کہ جہاد کے ذریعے افغانستان کو جب آزاد کرائیں گے تو پھر روس کی باری آئے گی اور یہی وہ چیز ہے جس سے صرف روس کو نہیں بلکہ پورے عالم کفر خطرہ ہے اور وہ صلح کی بات کرتے ہیں۔ اور آج کل بھی وہی حالات چل رہے ہیں۔

(نوٹ: یہ رسالہ ۱۹۹۰ء میں لکھا گیا اور اب کچھ اضافہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھ کر کیا گیا) امریکہ اور کرزئی پریشان ہیں کہ کسی نہ کسی طرح طالبان مذاکرات پر راضی ہو جائیں اور طالبان موجودہ حکومت میں شامل ہو جائیں مگر طالبان نظریاتی لوگ ہیں بقول امیر المومنین اگر ہم کو حکومت مطلوب ہوتی تو ۲۰۰۱ء میں اسامہ کے معاملے پر امریکہ سے ڈیل کر کے اپنی حکومت بچا لیتے۔ لیکن قابل تعجب امر یہ ہے کہ پوری "عالمی برادری" اس بات پر تو متفق ہے کہ افغانستان کی حکومت میں طالبان شریک ہوں مگر نظام کون سا ہو شریعت کا یا جمہوریت کا؟ تو پوری عالمی برادری جمہوریت کی شرط سے

ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار کیوں نظر نہیں آتی؟ اس سے پتہ تو یہی چلتا ہے کہ طالبان کی لڑائی اقتدار کی نہیں بلکہ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد اور جہاد ہے۔

سوال نمبر ۲۰: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافروں کو مت مارو کیونکہ مارنے سے تو وہ جہنم میں چلے جائیں گے پھر آپ نے ان کو جہنم رسید کیا بلکہ سمجھانے کی کوشش کرو تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں؟

جواب: یہ سوچ تو بہت بڑی جہالت یا بے دینی یا انکارِ جہاد پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مارنے کا بار بار حکم دیا ہے اور اس میں اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے مثلاً ﴿فقاتلوا أئمة الكفر﴾ کفر کے سرغنوں کو مارو۔

﴿قاتلوا الذين يلونكم من الكفار وليجدوا فيكم غلظة﴾ یعنی قریب و جوار کے کفار کو مارو اور تم میں سختی پائی جانی چاہیے۔

اسی طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ارم فداک أبي وأمي۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو مارو اور فرمایا: من قتل قتيلا فله سلبه۔ جس نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کا سارا سامان اس کو ملے گا (یعنی جہاد کے میدان میں)۔

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احد کے میدان میں اُبی ابن خلف کو قتل کیا ہے اس قسم کا اعتراض تو کوئی ایسا شخص کر سکتا ہے جو ابلیس کا ایجنٹ ہو اور آج کل کے بزرگان دین کو سلام ہو کہ کفار کے واصل جہنم ہونے کا غم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہیں ہو سکا (نعوذ باللہ) لیکن آج کل کے رحماء للکفار بننے والے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات کیسے آ گئی۔ سبحان اللہ! ان حضرات سے ہم صرف یہ پوچھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جب بنو قریظہ کا قتل عام ہوا تو اگر آپ وہاں موجود ہوتے تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مشورہ دیتے؟

سوال نمبر ۲۱: بعض حضرات کہتے ہیں ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا ہے آپ سے جہاد کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ ۳۱۳ آدمی بناؤ پھر جہاد کرو اور ابھی تک ۳۰ آدمی بن گئے ہیں۔

جواب: انبیاء کرام کے علاوہ کسی آدمی کا خواب شرعی حجت نہیں ہے لہٰذا اس پر جہاد کا عمل موقوف نہیں کیا جا سکتا ہے "الجهاد ماضٍ إلى يوم القيامة" حضرت کا مطلق فرمان موجود ہے۔ جنگ بدر سے پہلے کئی غزوات میں حضور ﷺ خود گئے ہیں جیسے غزوہ عشیرہ و ابواء وغیرہ ان میں آپ کے ساتھ

۳۱۳ آدمی کہاں تھے۔ غزوہ عشیرہ میں صرف ۶۰ مہاجرین تھے اور ابوا اور بواط میں دو دو سو آدمی تھے اگر ۳۱۳ کی تعداد کوئی شرط تھی تو آپ کبھی جہاد میں اس سے کم لے کر نہ جاتے اور نہ کسی کو بھیجتے تو اس خواب سے تو یہ معلوم ہوا کہ یہ امت بالکل بانجھ امت ہے کہ ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں میں ۳۱۳ آدمی بھی کام کے نہیں ہیں یہ عقیدہ تو رافضیوں کا عقیدہ ہے۔

خواب تو ویسے بھی حجت شرعیہ نہیں اگر آپ خواب میں دیکھ لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے دو تین نمازیں معاف کر رہے ہیں تو اگلے دن آپ کا معمول کیا ہوگا؟ کیا آپ خواب کو حجت بنا کر نمازیں چھوڑ دیں گے؟

سوال نمبر ۲۵: بعض حضرات یہ پوچھتے ہیں کہ اگر افغانستان میں صحیح جہاد ہے تو فتح میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

جواب: فتح تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کی مرضی ہے کہ حکمت بالغہ کے تحت جلدی دے یا دیر سے۔ فتح جلدی نہ ہونا کوئی عدم جواز یا عدم قبولیت کی دلیل تو نہیں ہے۔ بندوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے سعی و کوشش اور لڑنا لگا دیا ہے بندے کو اسی میں لگنا چاہئے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شہر مکہ کو آٹھ سال کے بعد فتح کیا تھا اسی طرح صحابہ کرام نے جو پیشتر دنیا کو فتح کیا تھا اس پر مجموعی اعتبار سے تیس سال لگے تھے اور اگر حضرت معاویہ کا دور بھی لیا جائے تو پھر ۵۰ سال کا عرصہ صرف ہوا۔

ویسے میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کی جنگ تدریجی طور پر طول پکڑتی جا رہی ہے تاکہ وہ افراد جو ابھی تک خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ کسی نہ کسی وقت بیدار ہو کر شریک جہاد ہو جائیں۔ نیز قرآن کے ارشاد کے مطابق "أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا" کہ چاروں طرف سے تھوڑی تھوڑی زمین کفار کے ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے۔ اسی اصول کے تحت ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ افغان مجاہدین برحق ہیں۔ کیونکہ ہر آئے دن تھوڑی تھوڑی زمین ان کے ہاتھوں میں آرہی ہے ان سطور کے لکھتے وقت ابھی خبر آئی ہے کہ مجاہدین نے جلال آباد کے قریب اہم مقامات میں ۲۶ اہم کیمپوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ **الحمد للہ علی نصرتہ ومددہ**

سوال نمبر ۲۶: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب اسلام کی بات کرتا ہے افغانستان کے ریڈیو سے تلاوت نشر ہوتی ہے لڑائی کے وقت دشمن کی صفوں میں بعض مسلمان بھی ہوتے ہیں تو ان سے لڑنے کو جہاد کیسے

کر دیا جائے گا؟

جواب: اگر کسی شخص میں اسلام کی تمام باتیں ہوں لیکن ایک بات کفر کی ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے یعنی اسلام لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے تمام احکامات کو صدق دل سے مان لے اور کفر قبول کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ پورے اسلام کا انکار کرے۔ بلکہ دین کے بنیادی عقائد اور ضروریات اسلام میں سے کسی ایک کا انکار کفر کے لئے کافی ہے۔ اب اگر حالات دیکھے جائیں ایک شخص اسلام، قرآن اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتا ہے اور اس نظریے پر قائم رہ کر وہ ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا چکا ہے لیکن اب ان تمام چیزوں میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ ایک نیا حربہ استعمال میں لاتا ہے اور صرف زبانی اعلان کرتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں نہ حکومت سے لڑتا ہے نہ شریعت کے استعمال میں تبدیلی نہ اسلامی نظام کے قیام کے راستے چھوڑتا ہے وہ کہتا ہے کہ آج سے [illegible] مطیع اور فرمانبردار ہو جاؤ میری حکومت کے زیر سایہ وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

اس کی حکومت کی پوری مشینری اسی خلق پارٹی، جو کمیونسٹوں کی پارٹی ہے، کے تحت چلتی ہے اس کے احکامات کی روشنی میں سارا نظام چل رہا ہے ایک کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا رسید کی شکل میں بھی خلق کی مہر سے جاری ہوتا ہے اور وہ شخص نماز پڑھتا ہے اور نماز پڑھنے والے کو پسند کرتا ہے نہ کبھی حج کیا ہے نہ زکوٰۃ بھی ادا کی [illegible] ہے اور نہ بظاہر آئندہ کوئی ارادہ ہے اب اس نے وقت فرعون کی طرح اور اپنے بچنے کے لئے صرف یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ ان کے لئے تو مسلمانوں کا خون [illegible]

جواب: یہ بھی اسی طرح فرعون کے دور میں بھی [illegible] دیا گیا تھا۔

ہم نے ہزاروں بھائی اور [illegible] کی نظر کے ان تمام شواہد کی موجودگی میں اگر صرف اسلام کی بات کرنے سے وہ مسلمان ہو گیا تو پھر [illegible] نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین پر بھی [illegible] کفر کیا کبھی پھر اس کو بھی مسلمان کہو۔

اگر کسی کے دل میں یہ گزرے کہ ہم تصدیق کے علم مکلف نہیں ہیں کیونکہ "هلا شققت عن قلبه" [illegible] یہ قول [illegible] ہے جو ایک عام آدمی اسلام کا [illegible] کرتا ہے کفر کی طرف سے اسلام کی طرف آتا ہے تسلیم ہو جاتا ہے وہ اور صورت ہے۔ یہاں تو نہ تسلیم ہے نہ [illegible]

اور اس کی حمایت میں ہو جو مسلمانوں سے لڑ رہا ہو، گویا یہ بھی اپنی طرف تسلیم کروانے کے لئے کی جانے والی حمایت کی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ اچھی طرح یہ بات جان لیں کہ ہمارے یہاں کیمونسٹوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ حالات کے مطابق اپنا رنگ کو بدل لیا کرو، چاہے وہ منافق اور زندیق بھی ہیں کافر ہوتے ہوئے اس کے اسلام کو کیسے مانا جا سکتا ہے اگر وہ واقعی مسلمان ہے تو وہ مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ اسلام قبول کرے اور مجاہدین کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر روس کی طرف پیش قدمی شروع کرے پھر کون نہیں مانے گا، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کرسی اقتدار پر بیٹھے ہوئے کہتا ہے کہ آؤ میں مسلمان ہوں کیا ہوں اس کے کہنے میں ہم تو آ سکتے ہیں۔ لیکن جن مجاہدین نے میدان میں ۱۳ لاکھ سے زیادہ کی قربانی دی ہے ان کو تو کوئی دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔

رہ گیا یہ کہنا کہ ریڈیو سے تلاوت نشر ہوتی ہے تو یہ اچھی طرح سن لیں کہ ریڈیو کے ڈائریکٹر و پروگرام مقرر ہوتے ہیں وہ اپنے سامعین کو خوش رکھنا چاہتا ہے کسی کو گانا سنا کر خوش کرتا ہے کسی کو نعت سے خوش رکھتا ہے اور کسی کو تلاوت اور اسلام کی بات سے خوش رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی طرح یا تمام ریڈیو نشریات کا یہی انداز رہتا ہے۔ ہندوستان ریڈیو سے باقاعدہ تلاوت اور جمعرات کو نعتیں اور اسلام کی باتیں ہوتی ہیں۔ بلکہ روس اور امریکہ میں بھی ایسا ہوتا ہے روس نے ایک وقت تلاوت و خطبہ جمعہ کو پورا نشر کیا تھا تو کیا کمیونسٹ تلاوت جو ریڈیو سنا کر وہ سب مسلمان ہو گئے بلکہ وہ بھی دھوکہ دینے کے لئے ہو؟ رہ گئی یہ بات کہ افغان فوج میں بعض مسلمان بھرتی ہیں تو یہ اچھی طرح جان لیں کہ شریعت مطہرہ کا یہ قاعدہ ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث کا یہ مضمون ہے کہ جب کفار سے معاملہ یا جہاد شروع ہو جائے تو مسلمانوں کو کفار کی صفوں سے ہٹ جانا چاہئے اگر نہیں ہٹے اور مارے گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا خون رائیگاں ہوگا۔ ویسے اگر اس طرح کی صورت حال سے لڑنا جائز نہیں ہے اور یہ جہاد نہیں ہے تو پھر بتاؤ کہ وہ کون ملک ہے جہاں مسلمان نہیں ہیں اور جس کی فوج میں کوئی نہ کوئی مسلمان نہ ہو بلکہ امریکی فوج میں مسلمان موجود ہیں، روس کی فوج میں مسلمان موجود ہیں اور انڈیا کی فوج میں مسلمان موجود ہیں اگر اس طرح کرو گے تو پھر دنیا میں کسی بھی کافر ملک کے ساتھ جہاد کرنا جائز نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۹: بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجاہدین مال کی غرض سے جہاد میں شامل ہوتے ہیں اور اس نیت سے جہاد صحیح نہیں ہے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "انما الاعمال بالنیات" یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اگر کوئی مجاہد اس طرح غلط نیت کرتا ہے کہ محض مال و متاع کی غرض سے جہاد میں شامل ہوتا ہے تو اس غلط نیت کی وجہ سے اس کا عمل ضائع ہو جائے گا اور بڑے افسوس کی بات ہوگی کہ جان کی بازی صرف فانی دنیا کے لئے لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی اصلاح فرمائیں۔

ہزاروں میں کوئی ایک ہوگا لیکن اگر ایک مجاہد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان جہاد میں اترتا ہے اور اخلاص کے ساتھ جنگ لڑتا ہے اور پھر مال غنیمت ہاتھ لگ جاتا ہے تو اس کا حاصل کرنا اور لینا جائز ہے اور انسانی کمائی میں سب سے افضل مال، مال غنیمت کو شمار کیا گیا ہے اور اس کے بعد تجارت سے حاصل شدہ حلال مال کا درجہ ہے۔ یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ کفار سے چھینا ہوا مال غنیمت استعمال میں لانا جائز نہیں ہے قرآن عظیم میں سورۃ انفال مال غنیمت کے بارے میں اتری اس میں یہ آیت ہے۔
﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ یعنی جو حلال طیب مال غنیمت تم کو ملا ہے اس کو کھاؤ
﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ دسواں پارہ اسی مال غنیمت کی تقسیم سے شروع ہوتا ہے اور تقسیم بھی اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی "نبی الملاحم" صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ رُمْحِي"۔ (کنز العمال) یعنی اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے۔
کہ جہاد کروں اور مال غنیمت حاصل کروں اور پھر فرمایا "احل لنا الغنائم" ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔ (مشکوۃ ۳۳۹) اور فرمایا "اَطْيَبُ كَسْبِ الْمُسْلِمِ سَهْمُهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ"
حضرت کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے لئے سب سے پاک کمائی مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں مال غنیمت سے حاصل ہو جائے۔

محدثین اور پھر فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں مال غنیمت کی تقسیم کے لئے باب قسمۃ الغنائم کے عنوان سے الگ ابواب باندھے ہیں لہذا اس اشکال کو آڑ بنا کر جہاد سے بیٹھے رہنا کسی صورت میں جائز نہیں بلکہ اس قسم کے صحیح نیت والے لوگوں کو تو سب سے آگے جانا چاہئے تاکہ دوسروں کے

لے مسلمان بن جائیں اور اس کی صحیح نیت دیکھ کر باقی لوگ بھی راہ راست پر آجائیں یہ نہیں کہ جیسا کہ آج کل عرب اور عجم اسی نیت سے لڑتے ہیں اپنا شوق پورا کرتے ہیں اور مال غنیمت نہیں لیتے۔

سوال نمبر ۲۸: بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغان عوام گناہ گار تھے اپنے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب خداوندی نازل ہوا ہے لہٰذا ان کی مدد کے لئے کھڑے ہو کر جہاد کرنا ضروری نہیں ہے۔

جواب: انبیاء کرام کے علاوہ انسان معصوم نہیں ہیں جو گناہ نہ کر سکتے ہوں اور صحابہ کرام کے علاوہ انسان محفوظ نہیں جو گناہوں سے محفوظ ہوں لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ چونکہ وہ گناہ گار تھے اس لئے ان کی مدد حرام ہے۔

شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان پر کافر تعدی اور ظلم کرتا ہے تو ان کی مدد دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے چاہے مظلوم مسلمان گنہگار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے "اِنَّ حَقًّا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّتَوَجَّعَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ كَمَا يَأْلَمُ الْجَسَدُ لِلرَّأْسِ" یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لئے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد میں باقی اعضاء بدن دکھ محسوس کرتے ہیں۔

"اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ" یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دشمن کے پنجے میں چھوڑے۔

پھر فرمایا کہ "اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوْطُهُ مِنْ وَّرَائِهِ" یعنی مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کو ہلاکت سے بچاتا ہے اور پس پشت اس کی حفاظت کرتا ہے۔

ان آیات و احادیث میں تو مطلقاً مدد کرنے کو کہا گیا ہے یہاں کسی متقی اور گناہ گار کا کوئی فرق نہیں ہے اس وقت دنیا کا ہر بشر تقریباً گناہ گار ہوگا یعنی معصوم تو کوئی بھی نہیں ہے تو پھر سائل کے سوال کے پیش نظر کسی خطے میں کسی فرد بشر کی مدد جائز نہیں۔ حالانکہ ایک صاف حدیث یہ بھی ہے کہ "..... فَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ" (ابو داؤد) یعنی تمام مسلمان دشمنان اسلام کے سامنے ایک ہی ہاتھ ہیں۔

یہ حال یہ بزدلوں اور کم ہمتوں کی ایک چال ہے جس سے اپنی کم ہمتی اور بزدلی پر پردہ ڈالا جاتا ہے پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ کسی کو علم ہو کہ جو مصیبت اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر آجائے وہ واقعی عذاب اور سزا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی اور حکمت سے اللہ نے یہ مصیبت ڈالی ہو اور وہ حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ افغانستان کا خطہ جغرافیائی لحاظ سے جہاد کے لئے انتہائی موزوں تھا اس طرف سے جہاد کے لشکر برصغیر اور ایشیاء کے قدیم زمانے سے بنتے رہے ہیں محمود غزنوی اور بابری مہمات برصغیر پاک و ہند احمد شاہ ابدالی اور سید احمد شہید، شاہ ولی اللہ اور شیخ الہند کے تمام جنگی لشکر اسی طرف سے بنے ہیں یہاں کے باشندے سیدھے سادے تھے ٹی وی، سینما اور وی سی آر سے آشنا تھے اور نہ دوسری رنگینیوں سے واقف تھے ڈھیلا ڈھالا لباس بڑی بڑی پگڑیاں اور فطری استعداد کے لحاظ سے جرأت کے اعتبار سے تنومند شجاعت کے لحاظ سے بہادر، غیرت کے لحاظ سے جان دینے والے اپنے دین پر پکے اور مرمٹنے والے تھے تو کیا بعید ..... کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لئے منتخب کیا ہو کہ ان کے ذریعے پورے عالم میں جہاد زندہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر روس کی شکل میں ایک مصیبت ڈال دی اور ان کو جگا دیا اور کفار سے ٹکرا دیا۔ نیز میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کفار کی یہ یلغار اگر عذاب الٰہی ہے تو پھر جہاں جہاں یہ یلغار ہوئی ہے اس کو اسی تناظر میں دیکھنا ہو گا تو پھر تو کیا کفار کے لشکر نے مکہ سے بدر یا احد یا خندق جا کر مسلمانوں پر جو چڑھائی کی تھی تو کیا وہ بھی عذاب اور سزا تھی۔ اگر عذاب الٰہی کا بہانہ بنا کر پیچھے ہٹنا جائز تھا یا ضروری تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے یہ کہہ کر واپس ہو جاتے کہ یہ گناہگاروں پر عذاب آیا ہے مگر آپ پیچھے نہیں ہٹے بلکہ سب سے آگے ڈٹے اور مقابلہ کیا۔ اس وقت سری لنکا کے مسلمانوں میں یہی بیماری آگئی ہے ایک گاؤں والوں کو کفار قتل کرتے ہیں تو دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہگار تھے اللہ نے سزا دے دی ہے ہم قضائے الٰہی کا مقابلہ نہیں کریں گے ان کے لئے یہی طے تھا اور اسے بدل کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے یہ تو جبریوں والا عقیدہ ہے۔

تو خلاصہ کلام یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا رشتہ اسلام اور اخوۃ ایمان ایک دستاویزی شرعی معاہدہ ہے اس میں قومیت، رنگ، نسل، ملک، وطن، قرب و بعد، مشرق و مغرب اور جنوب و شمال حائل نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ سب پر باہمی تعاون ومدد لازم ہے۔ اگر کوئی مصیبت اور ابتلاء گناہوں کی وجہ سے آئی ہے تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو آزمائش آئی تو کیا وہ جنگجو تھے اور نبی کے واسطے میں تو یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

سوال نمبر ۲۹: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار سے درگذر کرنے اور ان سے تعارض نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو آپ میدان جہاد میں جانے کے لئے کیوں زور لگا رہے ہیں مثلاً دو آیتیں یہ ہیں۔

۱. ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ ۱

یعنی آپ عفو کریں اور نیکی کا حکم کیا کریں اور جاہلوں سے درگذر و اعراض کریں۔

۲. ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ۲

اپنے رب کے راستہ دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلاؤ عمدہ وعظ اور دانشمندی کے ساتھ اور ان سے بہترین طریقہ پر بحث کرو۔

۳. ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ــــ الخ﴾ ۳

اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کرتا رہا اور کہا کہ بے شک میں فرمان برداروں میں سے ہوں نیکی اور برائی برابر نہیں آپ برائی کا خاتمہ بھلائی کے ساتھ کیا کریں۔

۴. ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ﴾ ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾

﴿جو حکم ملے صاف بیان کریں اور کفار سے اعراض کریں﴾ ﴿بہتر طریقہ سے درگذر کیجئے﴾ ﴿تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر﴾

جواب: یہ آیتیں اور اس قسم کی دوسری آیتیں مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہیں اور مکی دور میں جہاد کا حکم نہیں آیا تھا صرف زبانی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اکتفاء کیا گیا تھا اور جو یہ تعارض

۱ سورۃ الاعراف مکیۃ الآیۃ ۱۹۸ ۲ سورۃ النحل مکیۃ الآیۃ ۱۲۴ ۳ سورۃ السجدۃ مکیۃ الآیۃ ۳۳

کرنے سے روک دیا گیا تھا یعنی جب بھی امر و نہی کا حکم ہو تو ساتھ ساتھ ہاتھ اٹھانے سے روک لیا گیا یہ انداز واضح طور پر بتاتا ہے کہ امر اور نہی میں طاقت کے استعمال کا مفہوم پڑا ہے۔ لیکن حکمت کے تحت مکی دور میں طاقت کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی اور جب مدنی دور آ گیا جہاد کی اجازت ہو گئی تو امر و نہی اپنے پورے مفہوم کے ساتھ سامنے آ گئی یعنی زبانی دعوت کے بعد طاقت کا استعمال، ہاں البتہ اگر کہیں مدنی دور میں اس قسم کے اعراض کا حکم ہوا ہے تو وہ منافقین کے بارے میں ہے کیونکہ منافقین کے ساتھ چشم پوشی کا حکم تھا تاکہ اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ نہ ہو اس نقشہ کو سمجھنے کے لئے شامی کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْأَمْرَ بِالْقِتَالِ نَزَلَ مُرَتَّبًا فَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَأْمُورًا أَوَّلًا بِالتَّبْلِيغِ وَالْإِعْرَاضِ ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ ثُمَّ بِالْمُجَادَلَةِ بِالْأَحْسَنِ ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ ثُمَّ أُمِرَ بِالْقِتَالِ ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾ ثُمَّ أُمِرَ بِالْقِتَالِ مَشْرُوطًا بِقِتَالِهِمْ ﴿فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ﴾ ثُمَّ أُمِرَ بِشَرْطِ انْسِلَاخِ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ ثُمَّ أُمِرَ مُطْلَقًا ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ ؎

ترجمہ: پس جان لو کہ جہاد کا حکم ترتیب وار نازل ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اولاً تبلیغ کا حکم تھا اور کفار سے اعراض کا حکم تھا پھر احسن طریقہ پر بحث کا حکم ہوا وعظ و نصیحت کا حکم ملا پھر قتال بالسیف کی اجازت اس طور پر ہوئی کہ اگر وہ لوگ لڑیں تو تم بھی جوابی کاروائی کرو پھر اشہر الحرم کے علاوہ جہاد کا عام حکم ہوا اور پھر مطلقاً جہاد کا حکم ہوا کہ اللہ کے راستے جہاد میں لڑو اور یہی حکم قیامت تک برقرار رہے گا۔

اس قسم کی تفصیل عبارتیں احکام القرآن للجصاص کی بھی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ مدنی دور کی آیتوں اور مکی دور کی آیتوں کو خوب پہچان کر اپنے اپنے مقام پر رکھ کر استعمال کرنا ازحد ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ علماء نے دعوت کے لئے علم کو شرط رکھا ہے تاکہ ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید، مکی و مدنی، خاص و عام وغیرہ میں فرق کر سکے اور خطرناک غلطیوں سے بچ سکے۔

سوال نمبر ۳: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام اچھے اخلاق سے پھیلا ہے تلوار کے زور سے نہیں پھیلا ہے لہٰذا تلوار اٹھا کر میدان جہاد میں جانے کے بجائے اخلاق کے ذریعے کوشش کرنی چاہیے۔

جواب: سب سے پہلے اس بات کا تعین ضروری ہے کہ اچھے اخلاق کونسے ہیں اور اس کے معلوم کرنے کا کیا معیار ہے کیونکہ اپنے طور پر ہر نظریہ والے یہ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں یہی اصل اخلاق ہیں ہر مذہب اور مسلک والوں کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم اخلاق پر ہیں اس سلسلہ میں آپ کو تین تمدنوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا ہوگا۔

اقوام عالم کے انقلابات پر نظر دوڑانی ہوگی انسانوں کے کردار اور گفتار کا موازنہ کرنا ہوگا تب آپ معلوم کر سکیں گے کہ اچھے اخلاق کونسے ہیں اور اس کا معیار کیا ہے تو لیجئے وہ تین تمدن یہ ہیں:

۱۔ حسی تمدن ۲۔ اشراقی تمدن ۳۔ اسلامی تمدن

۱۔ حسی تمدن: حسی تمدن محسوسات پر بنیاد رکھتا ہے جو کچھ سامنے ہے عقل کے دائرہ میں ہے حواس اس کا ادراک کر سکتا ہے وہی انسانی زندگی کا کل سرمایہ ہے ان کے ہاں اچھے برے کی تمیز کا پیمانہ ترازو ہے کہ جس سے وہ جانا اور مشاہدہ دیکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ اچھا ہے اور وہ برا ہے۔ اس تمدن کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں نے ہر اس چیز کا انکار کیا جو عقل وحواس کے دائرہ واختیار سے باہر تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا انکار فرشتوں، جنت ودوزخ بلکہ ہر ان دیکھی چیز کا انکار کیا۔ دوسرا پہلو اس کو یہ ملا کہ جو چیزیں مدرک بالحواس ہیں وہی مقصود اصلی ہو گئیں وہی اخلاق ہیں اور وہی اصلی زندگی ہے چنانچہ دنیوی منافع ذاتی شخصی اغراض ومصالح، لذت نفس عیش پرستی اور مستی نے اخلاق کی جگہ لے لی۔ اب ان کے ہاں اچھے اخلاق صرف وہ ہیں جس سے دنیوی نفع حاصل ہو جائے اور دنیوی نفع جہاں مفقود ہو وہ اخلاق کے زمرے سے باہر ہے۔

قوم ثمود، عاد اور ان کے بعد ادوار میں اس حسی تمدن نے ترقی کر لی۔ ان اقوام کی زندگی پر اگر آپ قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں نظر ڈالیں گے تو ان کے ہاں ظاہری اور حسی زندگی سے لطف اندوز ہونا عیش وعشرت، حظ نفس اور مستی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ ان کے ہاں اخلاقیات نام کی اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی ماوراء عقل وحواس کوئی خاکہ نہ تھا اپنے عیش کا تحفظ اور صرف موجودہ لذت کا اقرار

[illegible] ج ۳

اور اصحاب کا انکار تھا اصول اخلاق و عقائد پر دنیوی مصالح و مصالح کو ترجیح دیجاتی تھی۔ بڑے سے بڑے اصول کو اہم سے اہم عقیدہ اور بہتر سے بہتر تعلیم کو حقیر سے حقیر فائدہ پر قربان کیا جاتا تھا۔

یہاں انسانیت کی مثال ایک ہوشیار جانور کی سی ہے جو بہتر سے بہتر چراگاہ میں چرے اور دن رات مختلف انداز کے مختلف لذائذ سے لطف اندوز ہو۔ اس راستے میں جو بھی رکاوٹ آئے اس کو دور کرنا عین صواب ہو اور جنسی انارکی اور قتل ہو جائے عین اخلاق ہو۔ جاہلیت کے شعراء اور ادیبوں خطیبوں نے اس اصول کو کھل کر بیان کیا ہے۔

انہی اصولوں پر موجودہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام قائم ہے دونوں کے استعمار کے مختلف طریقے اور حیلے رائج ہیں الفاظ میں اگرچہ تفاوت ہے طریقہ کار اگرچہ مختلف ہے لیکن انجام کے لحاظ سے دونوں کا رنگ ایک جیسا ہے۔ صلیبی طور پر جنگوں نے جو نقشہ تاریخ کے اوراق پر چھوڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ہزاروں مربع میل زمین اور کئی ممالک ان کے استعماری نظام کے تحت آگئے۔ لاکھوں انسان موت کے منہ میں چلے گئے ہزاروں مسجدیں ویران یا شراب خانوں اور اصطبل خانوں میں تبدیل ہوگئیں وہاں کسی اخلاق کے دعویدار نے نہ تو مسجد کا احترام کیا نہ قرآن کے جلانے میں جھجک دکھائی اور نہ خون کے قتل میں احتیاط سے کام لیا وہاں تو لَا یَرْقُبُونَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً کا عملی نقشہ سامنے آیا اس وقت مغربی اور یورپی ممالک میں اخلاق کے علمبرداروں کے ہاں مادر پدر آزادی اور جنسی آوارگی اور اخلاق سوز فحاشی کی سرعام ترویج پر ہیں ان کے نزدیک یہی عین اخلاق ہے۔

یہ تجارتی اخلاق دنیا کے ہر نفع کو زمرہ اخلاق میں داخل کرتا ہے اور ہر نقصان کو دائرہ اخلاق سے خارج کرتا ہے اشتراکی نظام میں آپ روس کو دیکھیں ان کے ہاں انکار خدا اور مذہب دشمنی عین اشتراک اور جبر واستبداد اور استعماری تمنا وہ سب سے اچھے اخلاق ہیں۔

چنانچہ لینن لکھتا ہے کہ ضابطہ اخلاق جو کہ انسانیت کے لئے باہر سے لایا گیا ہے یعنی آسمانی وحی ہمارے نزدیک کوئی قابل قدر چیز نہیں ہے بلکہ یہ محض دھوکہ اور فریب ہے۔ ([illegible]) کتاب کمیونزم کا مصنف لکھتا ہے کہ نیکی اور بدی کے لئے ایک اصول ہے وہ یہ کہ جو کام جو اشتراکیت کے معاون اور مددگار ہو وہ نیکی اور خیر ہے اور جو کام اشتراکیت کے خلاف اور منافی ہو وہ گناہ اور شر ہے۔ (اشتراکیت و اخلاق ۹۹)

عیاشی اور فسق کے بارے میں کمیونزم کا نظریہ ہے کہ زن اور زمین میں اباحت مطلقہ ہے یعنی کوئی ملکیت نہیں۔ "صبح سمرقندی" نامی کتاب صفحہ نمبر ۲۱۱ پر لکھا ہے کہ ہر مرد ہر عورت سے جب چاہے شہوت رانی اور صحبت جنسی کر سکتا ہے۔ یعنی پیار اور پدر آزادی ان کے اخلاق کے منافی نہیں ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۷ پر لکھا ہے کہ مرد و زن کا اختلاط جنسی آزادانہ طور پر رائج ہے۔ کارل مارکس کہتا ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے "مارکس کی کتاب صفحہ نمبر ۳۰۶" سقوط بخارا کے بعد ایک کمیونسٹ لیڈر نے بھرے مجمع میں بخارا کے مسلمان عوام کو یوں خطاب کیا۔

"ہم نے تمہارے مویشی تو اٹھا لئے اب ہم تمہاری بیویوں اور بیٹیوں کو بھی اجتماعی ملکیت میں لینے والے ہیں۔ ہم انہیں اپنے پہلو میں سلائیں گے اور اس طرح ایک دوسرے سے خوب گھل مل کر عملی اشتراک کو وجود میں لائیں گے"۔ (سوویت ایشیا ص ۲۰۵)

مدارس و مساجد اور علماء کا حال بھی ذرا دیکھیں اور پھر اخلاق کے دعوے دار جواب دیں۔ لینن اپنی کتاب "بالا اسلام" میں لکھتا ہے کہ سارے روس میں مساجد کی تعداد چھبیس ہزار تھی مگر تھوڑے عرصہ کے بعد سوویت وار بیورو ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کی اطلاع کے مطابق یہ تعداد گھٹ کر صرف تین سو رہ گئی۔ (وائس آف اسلام کراچی ۱۳۹)

۱۹۱۱ء میں انقلاب روس سے پہلے وہاں کے مدارس کی تعداد مسلمانوں کے قول کے مطابق ۲۵۰۰۰ پچیس ہزار پانچ سو تھی مگر انقلاب روس کے بعد چھ ہزار کے لگ بھگ رہ گئے "بحوالہ بہرا اسلام" انقلاب روس کے بعد ۱۹۳۷ء تک روس میں پچاس ہزار علماء کمیونسٹوں کے ہاتھ شہید ہوئے۔ (بالا اسلام مصنفہ لینن ص ۳۲)

سٹالن نے یالٹا کانفرنس میں مسٹر چرچل جو اس وقت برطانیہ کے وزیر اعظم تھے سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ جنگ عظیم میں اتنے لوگ قتل نہیں ہوئے جتنے کہ روس میں اعلان زمین سے زمین بانٹنے کے وقت ہم نے قتل کئے۔ ہم نے اجتماعی کاشتکاری کے لئے صرف روس میں ایک کروڑ دہقان روس کو قتل کیا ہے۔ بحوالہ "سوشلزم ۱۹۳۷ء"۔ یہ تو سٹالن کا کہنا ہے لیکن آزاد ذرائع نے یہ تعداد بہت زیادہ بتائی ہے۔ چنانچہ روزنامہ کوہستان ۱۳ مئی ۱۹۷۰ء کے مطابق سٹالن نے کمیونزم کے لئے روس میں پانچ کروڑ انسان قتل کئے ہیں۔

فرانس کے پایۂ تخت پیرس میں اقوام متحدہ کی ایک میٹنگ ۳ نومبر ۱۹۵۷ء کو منعقد ہوئی چین کے نمائندے نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ چین نے کمیونزم کے لئے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بحوالہ (روزنامہ انجام ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء) افغانستان پر غاصبانہ قبضہ کے ۷ سال کے عرصہ میں اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق دس لاکھ مسلمانوں کو قتل اور زخمی کیا اور تیس لاکھ افغان مہاجرین صرف پاکستان میں پناہ گزین ہیں۔ ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء اخبار جنگ راولپنڈی۔ اب افغانستان کی جنگ گیارہ سالہ دور میں داخل ہوئی۔ ۱۷ لاکھ مجاہدین شہید ہوئے ہیں اور ۴۰ لاکھ صرف پاکستان میں پناہ گزین ہیں۔

حسی تمدن اور مادہ پرستی کے فلسفے کا تصور اسا سموم ہے کہ قزاقی یا غارت گری، جبر، تشدد، مستی اور عیاشی کے ذریعہ جو ظاہری منافع حاصل ہو جائے وہ حسن اخلاق ہیں اور اس راستے کی ہر رکاوٹ بداخلاقی ہے۔ گویا کہ گنگا ہی الٹا بہہ گیا ہے۔

رنگی کو نارنگی کہا اور دودھ کو کھویا
چلتی کا نام گاڑی رکھا یوں پھیر دیا

۳۔ اشراقی تمدن: یہ تمدن حسی اور عقلی تمدن کا مقابل اور ضد ہے وہاں افراط ہے تو یہاں تفریط ہے وہاں جس طرح روح اور اس کے متعلق الہام کا انکار ہوتا ہے یا نظر انداز کیا جاتا ہے تو یہاں اشراق میں جسم اور اس کے متعلقات مادیات کے خلاف جنگ کی جاتی ہے اور اس کو بلند اخلاق کا نام دیا جاتا ہے چنانچہ اشراق کے بڑے بڑے پیشوا کہتے ہیں کہ انسان کے لئے سب سے بڑی مصیبت لذت پرستی ہے کیونکہ اسی کے ذریعے روح کو جسم سے وابستگی اور دلچسپی قائم ہو جاتی ہے اور اسی کے باعث روح کا عنصر پر مادیت میں دب جاتا ہے اور پھر روح حقیقت کو چھوڑ کر جسم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگتی ہے جو روح کو گمراہ کرتا رہتا ہے اور جب تک روح قید مادیت میں گرفتار رہے گی ہم کبھی اصلی حقائق کو نہیں پا سکتے ہیں۔

اس تمدن کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جسم اور اس کے متعلقات سے نہ صرف غفلت برتی جاتی ہے بلکہ اس کے خلاف ایک معاندانہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے دنیا کو دار العذاب، زندگی کو بار گراں اور مادی تعلقات کو طوق و سلاسل سمجھا جانے لگتا ہے۔ یہ فلسفہ کسی تعمیر کا کام نہیں البتہ تخریب کا کام دے سکتا

۲۔ اس اشراقی تمدن نے یا عیسائیت اشراقیت سے بھی چار قدم آگے نکل گئی اور دنیا کو ترک کرنا ضروری قرار دیا گیا اور جذبۂ نسواں کے وجود کو دنیا کے لیے لعنت قرار دیا اور اس کے ساتھ تعلقات کو روحانی ترقی کے لیے سب سے بڑا مانع سمجھا گیا، بڑے بڑے راہبوں نے اس کی علانیہ تبلیغ کی اور ماؤں کے گودوں سے بچوں کو اغوا کر کے صحراؤں میں رکھ کر ان کو راہب بنایا، جسم کشی، خود آزاری اور خلاف فطرت ریاضتوں کے بڑے بڑے واقعات ہوئے، وحشی درندوں کے غاروں میں بیٹھنا، خشک کنوؤں اور قبرستانوں میں رہنا، ستر پوشی کا کام اپنے لمبے لمبے بالوں سے لینا، چوپایوں کی طرح ہاتھوں کے بل چلنا، انسانی خوراک کے بجائے گھاس پر وقت گزارنا، سال بھر تک ایک پاؤں پر کھڑا رہنا، نیند دور کرنے کے لیے ترقوت کی ہڈی میں سوراخ کر کے رسی ڈال کر لٹکنا، یہ سب واقعات جن سے انسان لرز جاتا ہے یورپ کی تاریکیوں میں بدصورت اور مسخ شدہ مسیحیت کی داستانوں میں مسلمہ حقیقت ہے جو اشراقیت سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ان کے ہاں بلند اخلاق تصور کیے جاتے تھے اور اس تخریب نفس کو وہ کامیابی کا راستہ تصور کرتے تھے۔

۳۔ اسلامی تمدن: حسی و عقلی تمدن کی ظاہر بینی اور اشراقیت کی تجرد پرستی کو دیکھ کر ہم مجبور ہوگئے اور ہم نے سوچا کہ کائنات کا یہ مربوط نظام، اس کے عناصر کا یہ خاص اعتدال، اس کے اجزا کا یہ تناسب اور آہنگی کا یہ توازن یونہی خود بخود کیف ما اتفق کے اصول کے تحت نہیں آیا بلکہ اس کا کوئی چلانے والا ہے، اس کی کوئی ابتدا اور کوئی انتہا ہے اور اس سے کوئی بڑی غرض و غایت وابستہ ہے۔ اسی طرح جب ہم نے عالم اصغر میں نظر ڈالی اس کی پیدائش سے لے کر موت تک کو دیکھا کہ کس اہتمام کے ساتھ اس کو چلایا جا رہا ہے، اس کے لیے کیا کیا انتظامات ہو رہے ہیں، شعبۂ حیات کے ہر شعبہ کے لیے کس احسن طریقہ پر اسباب مہیا کیے جا رہے ہیں، سماوی اور ارضی نظام، شمسی اور غذائی نظام کس طرح اس حضرت انسان کی خدمت میں ایک خاص انداز سے مصروف کار رکھا گیا ہے۔ تو ہم نے اس حقیقت کو پایا کہ انسان جانوروں اور حشرات الارض کی سطح سے بلند ہے اور ہم نے جانا کہ اس نوع کی بحالی کے لیے جس طرح مادی انتظامات ہوئے ہیں اور حسی میدان میں ان کی زندگی کا یہ اہتمام کیا گیا ہے تو لامحالہ ان کی روحانیت کے لیے بھی ضابطۂ اخلاق مقرر ہو گا اور ان کو جانوروں کی طرح یونہی کھلا نہیں چھوڑا گیا۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مجموعی حیثیت سے انسان کے

کی رہنمائی اور واسطہ کا کوئی انتظام ضرور ہونا چاہیے۔

اس موقع پر ہمارے سامنے ایسے انسان آتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری رہنمائی کر سکتے ہیں ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق و مالک ہے جس نے اس پورے نظام کو قائم کیا ہے اس کو ایک کامل قدرت حاصل ہے کہ تمام طاقتیں اس کے سامنے کالعدم ہیں وہ انسان کو پیدا کرتا ہے، پالتا ہے، مارتا ہے اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور ایک ایک سے اس کی زندگی کا حساب لے گا۔ اس کے قانون کے تحت پابندی سے زندگی گزارنے والے کو جنت اور انعامات عطا کرے گا اور مخالفت کرنے والے کو دوزخ میں ڈالے گا۔ ان پاکیزہ تعلیمات کا درس دینے والے یہ انسان سیرت و کردار، اخلاق و گفتار کے لحاظ سے نہایت بلند اور دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں ایک طویل عرصے کے تجربات میں ان کی سچائی، دیانت داری، خدا ترسی، حق شناسی، غرض یہ کہ ہمدردی، انصاف پسندی، معیاری پاکیزگی اور بلند اخلاق سب کے ہاں مسلم ہوتے ہیں ان کی زندگی کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں رہتا ہے ان کو جس نے دیکھا پرکھا دیکھا کیونکہ ان کی ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہیں ہوتا وہ نہایت کامل العقل، صائب الرائے اور متوازن فہم رکھنے والے ہوتے ہیں ان کے علوم حاصل کردہ اور تقلیدی نہیں ہوتے ہیں بلکہ بغیر اکتساب کے حق ان میں دفعۃً ظاہر ہو جاتا ہے کوئی دنیوی معلم ان کا معلم نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ عام فہم زبان اور سہل الفاظ میں دلنشین انداز کے ساتھ اپنے مخاطبین کو سمجھاتے ہیں ان کے اور ان کے رب کے درمیان پیغام رسانی کے لئے ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم براہ راست ان تک پہنچاتا ہے۔ کبھی بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو احکامات ملتے ہیں ان کو اپنی تعلیمات پر اس درجہ یقین ہوتا ہے جیسا کہ حقائق حسیہ و بدیہیات اور مشاہدہ پر ہوتا ہے وہ ہوا کے رخ کے ساتھ نہیں چلتے ہیں بلکہ اس رخ کو صحیح سمت کی طرف موڑنے والے ہوتے ہیں چاہے اس عمل میں پورا معاشرہ یکسر مخالف کیوں نہ ہو۔

ان کی تعلیمات پر چلنے والے اور ان کے اصول پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والے لوگ حسن سیرت میں جامعیت اور اعتدال و توازن میں خدا ترسی اور پاکیزگی اخلاق و حق شناسی میں تمام انسانوں سے بلند اور ممتاز ہوتے ہیں۔ یہ انبیاء کرام کی جماعت ہوتی ہے ان کو نبی و رسول اور پیغمبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور پکارا جاتا ہے ان کی رسالت پر ان کے پاس دوسرے عقلی نقلی ...... دلائل کے علاوہ

معجزات ہوتے ہیں یعنی ایسا کام کر کے دکھانا جو عام مخلوق کی بس میں نہ ہو اس کے سامنے سب عاجز ہوں۔ جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، پتھروں کا سلام کرنا اور جانوروں کا کلام کرنا وغیرہ وغیرہ، ان معجزات میں سب سے بڑا معجزہ ان کے پاس آسمانی وحی کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو دیا یا عطا دیا جاتا ہے۔ ان کے وقت کے مخالفین ہر مقابلہ کے لئے تیار ہوتے ہیں مگر اس آسمانی کتاب کے مقابلے سے بھاگتے ہیں، میدان کارزار میں سر کٹوانے کے لئے نکل آتے ہیں لیکن اس کتاب کا مقابلہ اس لئے نہیں کرتے کہ یہ ان کے لئے محال ہوتا ہے۔ اب ان انبیاء کرام میں سید الاولین والآخرین نبی الرحمہ و نبی الاسلام نبی آخر الزمان محمد بن عبداللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم النبیین کی حیثیت سے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے سامنے اپنی سیرت کو بطور نمونہ پیش کیا کسی نے آپ کی سیرت و کردار پر انگلی نہیں اٹھائی بلکہ آپ کو پاکباز و دیانت دار و امانت دار تسلیم کیا۔ آپ (ﷺ) نے دعوائے نبوت پر عقلی و نقلی اور وحی کے دلائل کے علاوہ معجزات بھی پیش فرمائے، جن کے سامنے تمام معاندین عاجز ہو گئے۔

پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو وحی کی شکل میں آپ پر اترا تھا اس کو پیش کیا کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس کا مقابلہ کر سکے، میدانی لڑائی کے لئے تیار ہوئے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بنانے کے لئے آمادہ ہو گئے مگر اس خدائی کلام کے بار بار چیلنج کا جواب ایک سورت یا چند آیتوں کی شکل میں نہ دے سکے۔

اس عاجزی اور بے بسی اور شکست کے دوران بہت ساروں پر حق کھل گیا اور انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور بالآخر پورا جزیرہ عرب اس کلام کے تحت متحد ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ چیلنج و محاذ و مقابلہ کا مرحلہ گذر گیا ہے اور عرب نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ یہ خدا کا کلام قرآن کریم ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔

اب اس وقت جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ان پر اس کلام کے تمام مندرجات من و عن تسلیم کرنا لازم ہے بالفاظ دیگر جو تعلیم اس کتاب نے دی ہے وہ عین اخلاق بہت خوب اور بہت اچھی ہے ہم سب مسلمان اس کے پابند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم اس کلام میں دیا ہے وہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا وہ حکیم ہیں اس کوئی حکم بندوں کے فائدے اور بھلائی سے خالی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس اصول کے تحت نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، توحید و رسالت عقیدہ، آخرت اور دیگر معاشرتی اقتصادی اور سیاسی

تعلیمات سب خدائی ہے صرف یہ ہیں کوئی مسلمان اس کو دائرہ اخلاق سے خارج نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ وہ تو آسمانی خدائی احکامات ہیں۔ انہی تعلیمات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم اخلاق سے نوازا ہے وہ سند ﴿وانک لعلی خلق عظیم﴾ ہے "یعنی آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں" آپ نے خود بھی یہ اعلان کیا کہ "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" "میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچا دوں"۔

ان ارشادات کی روشنی میں ہم واضح طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے متعلق جو ترغیب دی ہے وہ عین اخلاق ہے وہ مامور بہ حکم ہے جو حسن بالغیر پر مبنی ہے کیونکہ مامور بہ کا حسن ہونا ضروری ہے۔ اس میں حکمت و تدبیر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں قرآن کریم نے ﴿وانک لعلی خلق عظیم﴾ سے نوازا ہے، وہیں پر آپ کو ﴿واغلظ علیہم﴾ کا حکم بھی ہوا ہے یعنی کفار پر سختی کریں ﴿حرض المؤمنین علی القتال﴾ یعنی مومنوں کو جنگ پر ابھاریں۔ کے احکامات سے بھی نوازا ہے صحابہ کرام کی جماعت کا طرہ امتیاز بتایا گیا ہے کہ ﴿اشداء علی الکفار رحماء بینہم﴾ "کفار پر سخت ہوں گے آپس میں نرم دل ہوں گے"۔ تو اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں اور مجرموں کو دو دار بھوں کے ذریعہ سے سزا دینے کا جو حکم دیا ہے وہ عین اخلاق ہے۔ مجرم کے گلے میں کوئی بھی معاشرہ پھولوں کا ہار نہیں ڈالتا بلکہ مجرم کے ساتھ اس طرح معنوی اخلاق سے پیش آتا ہے مجرموں اور شریروں پر رحم کرتا ہے ﴿واغلظ علیہم﴾ آیت کی تفسیر میں حضور (ﷺ) نے فرمایا "انا الضحوک القتال" کہ میں ہنس مکھ قتال کرنے والا ہوں یعنی میدان جہاد میں قتال خلق عظیم کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کے تحت داخل ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے اور وہ اخلاق کے مخالف نہیں معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔ اگر کسی جسمی تمدن اور اشراقی تمدن والوں کے ذہن میں جہاد کا سمجھنا مشکل ہو رہا ہے کہ آیا یہ اخلاق کے مطابق ہے یا نہیں تو وہ اتنا سمجھ لیں کہ جہاد شرعی تمدن کا ہم پر اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نظام کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائیں اور ہماری رفعت اور سرخروئی کامیابی کو تلوار ہی کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ حضور (ﷺ) کا "الجنۃ تحت ظلال السیوف": کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

فرمان ہے اس خاص شرعی حکم کو اگر ہم اخلاق کے خلاف بداخلاقی تصور کریں گے تو ہم بزدل ہو جائیں گے۔ ہم اپنے رسول کے دس سالہ تیغ مدنی دور کے خلاف ہو جائیں گے اور اپنے صحابہ کرامؓ کے پچاس سالہ جہادی دور سے کٹ کر رہ جائیں گے۔

اس کے علاوہ آپ ایک بات یہ سمجھیں کہ اخلاق دو قسم کے ہیں ۱۔ تجارتی اخلاق ۲۔ شرعی اخلاق تجارتی اخلاق وہ ہیں کہ جس چیز سے آپ کو نفع حاصل ہو سکتا ہے اس کے لئے آپ ہر اصول کو پامال کر کے اس تک پہنچ جائیں۔ تاجروں کے اپنے اخلاق ایسے ہی ہوں لیکن تجارت اور ایک کے پیش نظر وہ اپنے اخلاق کو ہر شخص کے لئے اس کے مزاج کے مطابق رکھتے ہیں بدعقیدہ کے ساتھ بدعقیدگی اور خوش عقیدہ کے ساتھ خوش عقیدگی کا معاملہ رکھتے ہیں۔

آج کل کفار کے ہاں مغربی یورپی ممالک میں فحاشی کے جو اخلاق سوز واقعات روز روشن کی طرح عیاں ہیں وہ سب اس تجارتی اخلاق کے کرشمے ہیں منافق قسم کے مسلمانوں میں جو بداخلاقی اور مصنوعی اخلاق نظر آتے ہیں وہ تمام اسی تجارتی اخلاق کا حصہ ہے یہ اخلاق زمانہ، حالات اور اغراض کے پیش نظر بدلتے رہتے ہیں لیکن جو شرعی اور طبعی و فطری اخلاق ہیں وہ اغراض کے تحت نہیں ہوتے بلکہ وہ شریعت کا ایک حکم ہوتا ہے جو فطرت سلیمہ کے اصول کے تحت ہمیشہ ایک جیسے رہتے ہیں۔ کسی شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا کہ اس کا دل خوش ہو جائے اور وہ جب تک ہے اور کسی کا ہر ایک کے ساتھ خوش ہونا اور حیثیت رکھتا ہے ۔۔۔۔!

تجارتی اخلاق کی اس تصویر کا دوسرا رخ شرعی اخلاق ہیں اس میں اصول کی پابندی ہے اغراض الٰہیہ سے ہٹ کر خالق و مخلوق کے حقوق کی رعایت کرتا ہے اس میں زانی شخص کو سنگسار کرتا ہے غیر محصن کو کوڑے مارتے ہیں، چور کا ہاتھ کاٹتا ہے شرابی کو کوڑے لگاتے ہیں وہ ان اصول کو پامال کر کے مصنوعی اخلاق سے مجرم کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال کر شرافت کا خون کرنے نہیں ہوتا ہے اس شرعی اخلاق میں سب سے بڑا افضل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے میدان جہاد میں جان اور مال دونوں کی قربانی پیش کرے اور یا اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو تہ تیغ کر کے دنیا کی زمین پر اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں ایک تو اچھے اخلاق اور دوسری دین کی سمجھ بوجھ۔ اور قرآن کریم میں جہاد کو

اور مومن کے درمیان فرق کرنے والا کہا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ پہلے درجے کے بد اخلاق ہوتے ہیں وہی لوگ جہاد سے پیچھے رہ گئے ہیں اور جو لوگ جہاد میں آگے آگے رہے ہیں اس حدیث کی رو سے وہ سب سے اچھے اخلاق کے حامل ہیں۔

اب آپ مذکورہ سوال کا جواب دوسرے الفاظ میں ذرا قریب سے سن لیں اور وہ اس طرح کہ اسلام تو تلوار کے زور سے پھیل ہی نہیں سکتا تلوار نے تو صرف فضاء کو سازگار بنایا ہے تاکہ آزادانہ طور پر ہر شخص اسلام کی خوبیوں کو قریب سے دیکھ سکے۔ ورنہ اگر کوئی شخص تلوار کے زور سے زبردستی طور پر مسلمان ہو جاتا ہے زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اور دل میں اسلام کا عقیدہ نہ ہو تو شریعت نے اس کو مسلمان تسلیم ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کو اسلام نے منافق کہا ہے اسلام سے ان کو خارج مانا ہے۔ مسلمان اور مومن وہ شخص ہوتا ہے جو برضا و رغبت اسلام کو دل اور زبان سے قبول کرتا ہے۔

تو اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا کہ کوئی اعتراض کرے کہ اسلام تلوار ہی کے زور سے پھیلا ہے۔ پھر آپ اس بات کو بھی ذرا دیکھ لیں کہ اگر قرون اولیٰ میں اسلام زبردستی اور تلوار کے زور سے لوگوں نے قبول کیا تو جو مجاہدین صحابہ کرام فارس اور روم کے مفتوحہ علاقوں سے واپس ہو گئے تو پھر وہ کونسی چیز تھی جس نے لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے پر مجبور کیا؟؟ اگر اسلام کی اپنی خوبی اور غیر متزلزل عقیدہ نہ ہوتا تو وہ لوگ سب اسلام سے پھر جاتے مگر ایسا نہیں ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام کی اپنی خوبی تھی جس کو سمجھنے کے بعد لوگوں نے سینے سے لگایا۔ البتہ تلوار اٹھانا اسلام کا حکم ہے تاکہ حالات سازگار ہو جائیں اور ہر شخص آزادانہ طور پر اسلام کو سمجھ سکے اسلام نے تلوار اٹھانے کا حکم اس لئے نہیں دیا ہے کہ اسلام قبول کرو ورنہ مار دوں گا۔ بلکہ اس طرح اکراہ کی صورت تو غیر مسلم کے حق میں ناجائز ہے کیونکہ اسلام تو ذمی کے حقوق کا تعین کرتا ہے۔ ہاں جہاد کے ذریعے اسلام غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کے سایہ میں غیر مسلم بھی اتنا ہی محفوظ ہوتا ہے جتنا کہ ایک مسلمان محفوظ ہوتا ہے اور وہ اسلام کو قریب سے دیکھ سکتا ہے۔ اس موقع پر سلطان صلاح الدین ایوبی کا وہ جملہ آب زر کے ساتھ لکھنے کا حقدار ہے جو انہوں نے فرمایا کہ "میں نہیں جانتا کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یا تلوار سے۔ البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ اس وقت اسلام کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانا ضروری ہے"۔

ان تمام جنگوں پر غور فرمائیے سوچیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس سالہ تمام جہاد میں کتنے لوگ کام آئے ہیں۔ تمام غزوات میں ایک ہزار اٹھارہ آدمی کام آئے ہیں۔ جن میں ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے ہیں اور ۷۵۹ کافر مارے گئے ہیں۔ یہ ۲۷ بڑی جنگوں اور ۵۶ چھاپہ مار کارروائیوں کا نتیجہ اور نقشہ ہے۔ ایک طرف تو یہ احتیاط اور دوسری طرف صرف روس کے انقلاب میں پانچ کروڑ انسانوں کے قتل عام کو دیکھئے اور پھر اخلاق اور بد اخلاقی کا خود فیصلہ کیجئے۔ انقلاب چین کے ایک کروڑ انسانوں کے قتل عام کو دیکھئے اور امریکہ کی قتل و غارت دیکھئے اور پھر موازنہ کیجئے ۔۔۔ اسلام نے تو فساد ختم کرنے کے لئے بیشک تلوار اٹھانے کا حکم دیا ہے لیکن ساتھ ساتھ احتیاط کو دیکھیں کہ پہلے دعوت حق دیدو اگر مان لے تو مت لڑو ورنہ اسلامی قانون کی تنفیذ کی بات سامنے رکھو اگر اجازت دے دے تو پھر بھی مت لڑو ورنہ اگر اس کا بھی انکار کرے تو پھر بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور کمزور کو قتل عام سے چھوڑ کر باقی ماندہ سرکشوں سے لڑو، دوران جنگ اگر وہ امن مانگیں تو کوئی بھی مسلمان امن دے سکتا ہے اس سے بڑھ کر اخلاق کا کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے اگر تمہارے پاس اخلاق اس کو کہتے ہیں کہ اسلام کے نام امن عالم کے لئے، عبادات و معابد کی حفاظت کے لئے تلوار نہ اٹھائی جائے تو یاد رکھو دنیا کا کوئی نظام اور قانون ایسا نہیں ہے جس میں دفاع کا اصول نہ ہو، دفاع کے بغیر ایک گھر بھی عزت کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا تو اتنا بڑا نظام اسلام اصول دفاع کے بغیر کیسے رہ سکتا ہے ۔۔۔ الغرض یہ کہ تلوار اٹھانے پر ہم شرعاً مجبور ہیں

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ اور ﴿وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ﴾

نے ہمیں اس اصول پر آمادہ کیا ہے۔

کفار تو کفار ہیں بعض مسلمان بھی کفار کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہیں اور برسر عام کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں اخلاق سے پھیلا ہے تو گویا کہ یہی لوگ اسلام میں تلوار اٹھانے کو بد اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ بہت خطرناک صورتحال ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے تلوار اٹھائی تو کیا (نعوذ باللہ) اس کو بد اخلاقی سے تعبیر کرو گے؟ لہٰذا اس بحث میں پڑنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ اغیار ہمیں گڑ میں زہر تو نہیں کھلا رہے ہیں؟

خیر امت کی بحث

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ؎

اس آیت میں سیاق وسباق کے لحاظ سے اہل کتاب اور مسلمانوں میں تقابلی نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور مسلمانوں کو ان فریضہ کے متعلق ہمت دلائی ہے کہ بنیادی حیثیت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کو پہچان لو اور اس کا حق ادا کرو۔ تمہاری حیثیت وقتی نہیں ہے ہمہ وقتی ہے تم کو امر بالمعروف کیلئے منتخب کیا ہے جس کے ساتھ نہی عن المنکر لازمی جز ہے یہ تمہارا مستقل کام ہے۔ حالات کی عارضی تبدیلی سے تم اپنے مستقل کام سے پیچھے مت ہٹو۔

الغرض اس آیت میں امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور خیریت وافضلیت کے وہ اسباب بیان ہوئے ہیں جس کی وجہ سے یہ امت خیر الامم بنی ہے۔ اول سبب امر بالمعروف ہے دوسرا سبب نہی عن المنکر ہے اور تیسرا سبب ایمان باللہ ہے اور چونکہ یہی ممتاز ایمان ہے کہ پہلے دو سبب جس امت میں جتنے موثر رہے ہوں اتنا ہی اس امت کا ایمان قوی ہوگا تو اس کو بالطبع درجہ سوم میں رکھا۔ اب دو چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا چیز ہے۔ دوسرا یہ کہ اس آیت کے مصداق کون لوگ ہیں۔ اول بات کے متعلق تو سابقہ اوراق میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے یہاں پھر اشارہ کروں کہ معروف ہر وہ کام ہے جو شریعت اسلامیہ کی رو سے معروف اور پسندیدہ ہو اور منکر ہر وہ کام ہے جو شرع شریف کی رو سے ناپسندیدہ ہو۔ امر بالمعروف کے تحت ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ بھی داخل ہے اور اسی طرح نہی عن المنکر میں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا گناہ داخل ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ایک شریعت کا ایجابی پہلو ہے اور دوسرا سلبی پہلو ہے۔ اب معروف سنن ومستحبات کو بھی شامل ہے اور فرائض وواجبات کو بھی شامل ہے۔ اسی طرح تو انکی مکروہات کو بھی شامل ہے اور حرام کو بھی شامل ہے۔ منکرات سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا اور بوقت ملاقات خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی معروف میں آتا ہے اور کلمہ توحید وکلمہ شہادت کی طرف کفار کو

دعوت دینا بھی شامل ہے اسی طرح بائیں ہاتھ سے کھانا پینا منکر میں داخل ہے اس سے روکنا بھی نھی عن المنکر ہے اور کفر و شرک بھی منکر ہے اس سے روکنا بھی نھی عن المنکر ہے۔

اب ایک انتہائی ادنیٰ درجہ ہے اور ایک انتہائی اعلیٰ درجہ ہے۔ تو جس شخص نے اپنے آپ کو جس درجہ میں مشغول رکھا وہ اسی درجہ پائے گا۔ مثلاً ایک شخص سنن و مستحبات کی دعوت دیتا ہے اور مکروہات سے روکتا ہے وہ اس کے مناسب درجہ پائے گا اور ایک شخص ایمان و اسلام کی دعوت دیتا ہے اور کفر سے روکتا ہے وہ اسی کا درجہ پائے گا۔ دونوں کے رتبے الگ الگ ہونگے۔ ظاہر ہے کام جتنا بڑا ہوگا اجر بھی اتنا ہی بڑا ملے گا اس میں اگر کوئی فرق نہ کرے اور کام تو کرے چھوٹا اور دعویٰ کرے بڑے ثواب کا تو ضابطے کے تحت یہ اس شخص کی نادانی ہوگی۔

ہاں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ جس شخص نے ان دو چیزوں میں ایک پر عمل کیا اور دوسرے کو چھوڑا یعنی امر بالمعروف کیا اور نھی عن المنکر کو چھوڑا وہ شخص اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ امر بالمعروف کرنے کا ثواب اس کو مل سکتا ہے لیکن وہ خیر الامم کا مکمل مصداق نہیں بنے گا۔ کیونکہ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے صاف الفاظ میں فرمایا۔

"مَنْ فَعَلَ فِعْلَهُمْ كَانَ مِثْلَهُمْ" تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۷۰ یعنی جس شخص نے صحابہؓ کا کام کیا تو وہ ان کی طرح ہوگا۔

ابن کثیر نے یوں نقل کیا ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي حَجَّةٍ حَجَّهَا رَأَى مِنَ النَّاسِ رِعَةً فَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكُونَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فَلْيُؤَدِّ شَرْطَ اللّٰهِ فِيهَا [1]

یعنی عمر بن خطابؓ نے حج کے دوران جب لوگوں کو آرام و راحت میں دیکھا تو یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جس کو پسند ہو کہ وہ اس خیر امت میں ہو جائے تو وہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کرے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ خیر الامم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نھی

[1] ابن کثیر ۱/۳۹۲ دار فکر

میں اللہ کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر و مفہوم کیا ہے؟ اس کے لئے ہم اس آیت کی تفسیر میں
ہمیں سلف صالحین اور محدثین و مفسرین کی تحریرات کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ آیت کے
صحیح مفہوم کرنے میں مفسرین کی تحریرات پر ہی اعتماد کرنا چاہیے۔ چند حوالہ جات کی ہی آیت کے تحت بیان
بیان کرتے ہیں جن سے آپ کو پتہ چلے گا کہ اس آیت کا مفہوم کیا ہے۔

قال ابن كثير: قال البخاري بسنده عن أبي هريرة "كنتم خير أمة أخرجت للناس" قال: خير الناس للناس تأتون بهم في السلاسل في أعناقهم حتى يدخلوا في الإسلام، وهكذا قال ابن عباس ومجاهد وعطية وعكرمة۔[1]

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے کنتم خیر امۃ کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کے لئے بہترین ہو کہ تم لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ کر ان کی گردنوں میں ڈال کر اسلام کی طرف لاتے ہو یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔

وقال القرطبي: قال أبو هريرة: نحن خير الناس للناس نسوقهم بالسلاسل إلى الإسلام، وروى السدي: قال ابن عباس: هم الذين هاجروا من مكة إلى المدينة وشهدوا بدراً والحديبية۔[2]

امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے لئے بہترین امت ہیں۔ ہم ان کو زنجیروں میں جکڑ کر اسلام کی طرف کھینچ کر لاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خیر الناس وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بدر و حدیبیہ میں شریک ہوئے۔

وقال القرطبي: فجعل تعالى الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرقاً بين المؤمنين والمنافقين، فدل على أن أخص أوصاف المؤمن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ورأسها الدعاء إلى الإسلام والقتال عليه۔[3]

ایک اور بات کی طرف امام قرطبی نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱/ ۳۹۲ دار الفکر
[2] ج ۴/ ۱۶۶ دار الکتاب العربی
[3] ج ۴/ ۶۱

المنکر کو منافقین اور مومنین کے درمیان مابہ الامتیاز اور فرق بنایا ہے۔ پس یہ بات واضح ہے کہ مومن کی خاص صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اس کی جڑ اور بنیاد اسلام کی دعوت دینا ہے اور اس پر آ کر جہاد کرنا ہے۔

☆ قرطبی نے مزید فرمایا

"فالمنکر اذا امکنت ازالته باللسان للناهی فلیفعله وان لم یمکنه الا بالعقوبة او بالقتل فلیفعل فان زال بدون القتل لم یجز القتل" ۱؎

یعنی اگر روکنے والے کے لئے ممکن ہو کر زبان سے کہنے پر وہ برائی زائل ہو سکتی ہے تو ایسا ہی کرے اور ازالہ منکر بغیر سزا قتل کرنے کے ممکن نہ ہو تو پھر ایسا ہی کرے اور اگر بغیر قتل کے ازالہ ہو سکتا ہے تو پھر قتل جائز نہیں۔

☆ قرطبی نے ایک مقام پر یوں لکھا ہے۔

قال ابن عطیة: الاجماع منعقد علی ان النهی عن المنکر فرض لمن اطاقه وامن الضرر علی نفسه وعلی المسلمین فان خاف فینکر بقلبه ویهجر ذا المنکر ولا یخالطه ولیس من شرط الناهی ان یکون سلیما عن المعصیة بل ینهی العصاة بعضهم بعضا۔ ۲؎

یعنی ابن عطیہؒ نے فرمایا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہے کہ نہی عن المنکر فرض ہے اس شخص پر جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور نہی کی صورت میں اپنی اور مسلمانوں کی تکلیف اور ضرر پہنچنے سے بے خوف ہو اور اگر جان کا خطرہ ہو تو پھر دل سے برا مانے اور گناہ کرنے والے سے الگ ہو جائے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط نہ رکھے اور نہی عن المنکر والے کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ گناہ گار بھی گناہ گاروں کو گناہ سے روکا کریں۔

☆ قرطبی نے مزید لکھا ہے کہ:

"قال مجاهد (کنتم خیر امة اخرجت للناس) علی الشرائط المذکورة فی الآیة" ۳؎

یعنی مجاہدؒ نے فرمایا کہ تم بہترین امت ہو لیکن یہ بہتری شروط ہے ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر آیت

۱؎ ۴/۴۸ ۲؎ سورۃ المائدۃ قرطبی ۶/۲۵۳ ۳؎ ۴/۱۶۶

میں ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

وفی روح المعانی والخطاب قیل لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصة والیہ ذہب الضحاک وقیل للمہاجرین من بینہم وھو احد قولین عن ابن عباس وفی اخری انہ عام لامة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...... والظاہر ان الخطاب وان کان خاصا بمن شاہد الوحی من المؤمنین او بعضہم لکن حکمہ یصلح ان یکون عاما للکل ...... تامرونہم ان یشہدوا ان لا الہ الا اللہ ویقروا بما انزل اللہ تعالیٰ ویقاتلونہم علیہ ولا الہ الا اللہ ہو اعظم المعروف وتنہون عن المنکر والمنکر ہو التکذیب وہو انکر المنکر وکانہ رضی اللہ عنہ حمل المطلق علی الفرد الکامل والا فلا قرینة علی ہذا التخصیص ١؎

ترجمہ: اور روح المعانی کہ ضحاک کا خیال ہے کہ کنتم خیر امة کا یہ خطاب خاص ہے صحابہ کرام کے ساتھ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مہاجرین کے ساتھ خاص ہے اور یہ ابن عباس کی ایک روایت ہے اور آپ کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پوری امت کیلئے ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ آیت اور خطاب اگرچہ ان مومنین کیلئے تھا جنہوں نے وحی کا مشاہدہ کیا تھا یا ان میں بھی بعض کیلئے مگر اس خطاب کا حکم یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ یہ فضیلت پوری امت محمدیہ کیلئے ہو جائے اور ابن منذر وغیرہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو حکم دو کہ وہ کلمہ توحید وکلمہ شہادت کو مان لیں اس کی گواہی دیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کا اقرار کریں اور (انکار کی صورت میں) تم ان سے لڑو اور لا الہ الا اللہ سب سے بڑا معروف اور نیکی ہے اور آیت کی دوسری شق کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کو برائی سے روکا کرو اور سب سے بڑا منکر کے اطلاق کو اس کے فرد کامل پر محمول کیا ہے ورنہ اس تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔

فائدہ: اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ آیت کا پہلا مصداق تو جہاد ہے اور پھر اس کے ضمن میں دوسری نیکیاں بھی داخل ہیں اور اسی طرح آیت کے پہلے مخاطبین تو صحابہ کرام ہیں لیکن ان کے بعد پوری امت اس کے مخاطب ہے۔

١؎ روح المعانی ۲۲/۴ ط دار احیاء التراث العربی

وفي التفسير الكبير:

السؤال الأول: من أي وجه يقتضي الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والإيمان بالله كون هذه الأمة خير الأمم مع أن هذه الصفات الثلاث كانت حاصلة في سائر الأمم؟

الجواب: قال القفال: تفضيلهم على الأمم الذين كانوا قبلهم إنما حصل لأجل أنهم يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر بآكد الوجوه وهو القتال لأن الأمر بالمعروف قد يكون بالقلب وباللسان وباليد وأقواها ما يكون بالقتال لأنه إلقاء النفس في خطر القتل وأعرف المعروفات الدين الحق والإيمان بالتوحيد والنبوة وأنكر المنكرات الكفر بالله فكان الجهاد في الدين محملا لأعظم المضار لغرض إيصال الغير إلى أعظم المنافع وتخليصه من أعظم المضار، فوجب أن يكون الجهاد أعظم العبادات، ولما كان أمر الجهاد في شرعنا أقوى منه في سائر الشرائع لا جرم صار ذلك موجبا لفضل هذه الأمة على سائر الأمم[1]

وفي أحكام القرآن للجصاص: "الجهاد ضرب من الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر[2]

تفسیر کبیر نے ایک سوال اٹھایا ہے جو اسی آیت کے متعلق ہے اور پھر جواب دیا ہے۔ سوال وجواب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: کس وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کا تقاضا ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے حالانکہ یہ تینوں صفات اس سے پہلے امتوں میں بھی موجود تھیں؟

جواب: قفال فرماتے ہیں کہ اس امت کی فضیلت سابقہ امتوں پر اس وجہ سے آئی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تاکید اور اہتمام کے ساتھ کرتی ہے اور وہ ہے قتال، جہاد بالسیف کیوں کہ امر بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی ہاتھ سے ہوتا ہے اور ہاتھ سے روکنے کا قوی ترین اور اعلیٰ درجہ قتال ہے، جہاد بالسیف ہے۔ کیونکہ جہاد میں اپنی جان کو

[1] التفسير الكبير ١٦٦/٣ دار الفكر
[2] احكام القرآن للجصاص ١١٧/٢

موت کے خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے اور نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی دین حق اور توحید و نبوت پر ایمان لانا ہے اور سب سے بڑی برائی کفر ہے پس اسلام میں جہاد کے ذریعے ایک بڑی مصیبت اور بڑے خطرے کو برداشت کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کو بڑے منافع تک پہنچایا جائے اور ان کو کفر کی بڑی مصیبت سے چھڑایا جائے۔

پس ثابت ہو گیا کہ جہاد سب سے بڑی عبادت ہے اور چونکہ ہماری شریعت میں تمام شرائع کی نسبت قوی تر اور زیادہ ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جہاد ہی تمام امتوں پر اس امت کی فضیلت و فوقیت کا سبب بن گیا۔

اور امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اعلیٰ قسم ہے۔

معارف القرآن جلد ۲ میں ہے۔ ''اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر عائد تھا جس کی تفصیل احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اسلئے ان کا امر بالمعروف صرف زبان سے ہو سکتا تھا امت محمدیہ میں اس کے لئے تیسرا درجہ ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف کا بھی ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں اور بزور حکومت اسلامی قوانین کی تنفیذ بھی اس کا جزو ہے۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے فوائد میں اس کی تشریح یوں کی ہے۔ ''یعنی یہ امت ہر امت سے بہتر ہے ان دو صفت میں امر بالمعروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کی تاکید اس قدر اور کسی دین میں نہیں۔ (موضح القرآن ص ۱۰۳)

اس آیت سے قبل آیت ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ (ص ۱۰۱) آیت ۱۰۴ کی تشریح میں شاہ عبدالقادر'' فرماتے ہیں۔

''معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی تاکید رکھنے کو تاکہ خلاف دین کوئی نہ کرے۔ اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے

ع سوئی بدین خود عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں

اس آیت کی تشریح میں صفحہ نمبر ۸۲ حاشیہ ۹ پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ ''منکر

تمام سے کاموں میں کفر و شرک، بدعات و رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کسی طرح کا ہوگا۔ کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی تلوار سے۔ غرض ہر قسم جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امت محمدیہ میں پائی گئی پچھلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

بہر حال یہ چند اقتباسات تھے جو چند تفسیروں سے اخذ کیے گئے۔ اس طرح کے واضح قرائن کی موجودگی میں اگر کوئی انکار کرتا ہے تو پھر لا تسلم "میں نہ مانوں" کا تو کوئی علاج نہیں۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی اله واصحابه اجمعین

فضل الرحمن بن محمد یوسف زئی

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

درِ فیضِ محمد ﷺ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضانِ گناہ کو دو خبر فیضِ محمد ﷺ کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

حضرت مولانا

فضل محمد یوسف زئی

کی دیگر تصانیف

- توضیحات شرح مشکوٰۃ (آٹھ جلدیں)
- علمی خطبات کامل
- دعوت جہاد
- محمد رسول اللہ ﷺ جنگ کے میدان میں
- فتوحات شام
- فتنۂ ارتداد اور جہاد فی سبیل اللہ
- اسلامی خلافت
- اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ
- سبیل اللہ
- اسلامی تحریکات اور منافقین کا کردار
- تحفۃ المنعم شرح مسلم ([illegible])
- تسہیل العروض والقوافی
- امام غزالی کا خط
- قوم ثمود کیسے تباہ ہوئی؟
- زلزلے کیوں آتے ہیں؟
- وعظ و بیان
- حق و باطل کی پہچان
- سقوط طالبان، کس کا فائدہ کس کا نقصان؟
- قتال الکفار
- ختم بخاری (صحیح بخاری)
- صفحۂ عالم پر نقوش جہاد

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی